76 Dahr Makky Aayaath 31

سورۂ دھر

مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اور اسکی ۳۱ آیتیں ہیں

اس سورۃ شریفہ کے یہ بھی نام ہیں:۔ سورۂ انسان، سورۂ ابرار، سورۂ امشاج جس سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک سورت کے کئی نام اس کے شرف کی دلیل ہے۔ حضرت مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت مدنیہ ہے۔ حضرت حسن بصری عکرمہ اور کلبی بھی یہی فرماتے ہیں مگر ان کے نزدیک آیہ فلا تطع منهم آثما او کفورا مکیہ ہے۔ اور بھی کچھ معمولی اختلافات ہیں۔ واللہ اعلم۔

سورۂ ماقبل سے اس کی مناسبت صاف ظاہر ہے اس طرح کہ سورۂ قیامہ کے اختتام پر جو مضمون گزرا ہے وہی اس سورت شریفہ کا نقطۂ آغاز ہے۔ نیز دیگر مضامین بھی دونوں کے ملتے جلتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

76-1
هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ؕ کبھی گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں کہ نہ تھا وہ کوئی چیز جو زبان پر آتی۔

انسان کبھی قابل ذکر نہ تھا یعنی حضرت آدمؑ اور جملہ بنی آدم ہر ایک پر اس ممتد زمانہ میں سے کچھ نہ کچھ وقت ایسا ضرور گزر چکا ہے کہ وہ کوئی چیز نہ تھا جس کا زبان سے ذکر کیا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ انسان کسی وقت کوئی چیز ہی نہ تھا تو اس کا بیان کیا کیا جا سکتا۔ یا یہ کہ علم الٰہی میں ہر انسان ایک چیز ضرور تھا لیکن وہ عالم غیب میں تھا۔ جب تک وہ عالم شہود میں نہ آیا اور اس کی روح کا تعلق بدن سے نہ ہوا اس وقت تک وہ ذکر کے قابل نہ تھا۔ بہرحال انسان کے وجود میں آنے سے پیشتر اس پر عدم طاری تھا تو پھر معدوم کا ذکر ہی کیا؟ یہ ہے انسان کی ابتدا اور اس کا منتہا

شان نزول حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔ جاء رجل من الحبشة الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم سل واستفهم فقال یا رسول الله فضلتم علینا بالالوان والصور والنبوة افرایت ان آمنت بما آمنت به وعملت بمثل ما عملت بہ انی لکائن معك فی الجنة قال نعم والذی نفسی بیده

انه لیری بیاض الاسود فی الجنة من مسیرة الف عام۔ سرزمین حبشہ سے ایک شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کچھ دریافت کرلو اور سمجھ لینے کی کوشش کرو۔ اس پر اس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ لوگوں کو رنگ روپ، صورت شکل اور نبوت کے ذریعہ ہمارے لوگوں پر فضیلت حاصل ہے (یہ فطری اور وہبی فضائل تو کسی طرح ہم حاصل نہیں کرسکتے) اچھا تو بتائیے کہ اگر میں ایمان لاؤں ان تمام باتوں پر جن پر آپ کو ایمان ہے اور کرتا رہوں آپ کے جیسے عمل تو کیا میں جنت میں آپ کے ساتھ رہ سکوں گا؟ تو آپ نے فرمایا، ہاں بے شک رہ سکیگا۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ وہ سیاہ کے اندر کی سپیدی کو جنت میں ایک ہزار سال کی مسافت پر سے دیکھتا بھی رہیگا۔" مطلب یہ کہ ظاہری کالا گورا رنگ معتبر نہیں بلکہ دراصل نور ایمان کا اعتبار ہے اور اس کی سپیدی اتنی تیز اور روشن ہے کہ ایک ہزار سال کی مسافت پر سے بھی عام طور پر دکھائی دیتی ہوگی۔

ثم قال من قال لا اله الا الله کان له عهد عند الله ومن قال سبحان الله وبحمده کتبت له مائة الف حسنة واربعة وعشرون الف حسنة ونزلت علیه هذه السورة هل اتی علی الانسان الی قوله

ملکا کبیرا فقال الحبشی وان عینی لتری ما تری عیناک فی الجنۃ قال نعم فاشتکی حتی فاضت نفسہ قال ابن عمر فلقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدلیہ فی حفرتہ بیدہ۔ (طبرانی، ابن مردویہ، ابن عساکر) پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیتا ہے تو اللہ سبحانہ کے ہاں اس کا معاہدہ طے پا جاتا ہے اور جس نے سبحان اللہ وبحمدہ کہا تو اس پر اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ اتنے میں آپ پر یہ سورۂ شریفہ ھل اتی علی الانسان سے ملکا کبیرا تک نازل ہوا۔ پھر حبشی نے دریافت کیا، کیا جنت میں میری آنکھیں بھی وہ سب کچھ دیکھ سکیں گی جن کا مشاہدہ آپ فرماتے ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد وہ بیمار پڑ گیا تا آنکہ اس کی وفات ہو گئی۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے دست مبارک سے اسکو قبر میں اتار رہے تھے۔" رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:۔ اخرج نفس صاحبکم الشوق الی الجنۃ (ابن وہب) جنت کا شوق ہی تمہارے ہم نشین کی جان نکلنے کا باعث ہوا" اور عبداللہ بن مطرفؓ کی روایت اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا:۔ مات شوقا الی الجنۃ۔ (امام احمدؒ) جنت کی تڑپ ہی ان کی موت کا سبب ہوئی۔"

سورۂ دہر کی فضیلت حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں:۔ قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل اتی علی الانسان حین من الدھر حتی ختمھا ثم قال انی اری ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون اطت السماء وحق لھا ان تئط ما فیھا موضع اربع اصابع الا ملک واضع جبھتہ ساجد اللہ واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا و ما تلذذتم بالنساء علی الفرش ولخرجتم الی الصعدات تجأرون (حاکم بروایت صحیحہ) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سورت شریفہ کی آخر تک تلاوت فرمائی اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم دیکھ نہیں سکتے اور وہ باتیں سن رہا ہوں جن کو تم نہیں سن سکتے۔ آسمان کراہنے لگا اور اس کے لئے سزاوار ہے کہ وہ کراہتا رہے اس میں چار انگل کی جگہ بھی ایسی نہیں کہ کوئی نہ کوئی فرشتہ اللہ سبحانہ کے آگے سجدہ ریز ہونے کے لئے اپنی پیشانی نہ رکھی ہو۔ خدا کی قسم! اگر تم وہ کچھ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے، اور بستر استراحت پر اپنی بیبیوں سے لطف اندوز ہونا تک چھوڑ دیتے، اور

فریاد کرتے ہوئے جنگل کی راہ لیتے" اسی سے اس سورت شریفہ کی عظمت ظاہر ہے۔ بہر حال انسان کو اپنا آغاز یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ کسی وقت اس قابل بھی نہ تھا کہ اس پر شئی کا اطلاق ہو اور اگر کسی حیثیت سے اس پر شئی کا اطلاق ہو بھی تو وہ قابل بیان واظہار شئی نہ تھا کہ زبان پر اس کا ذکر آسکے۔

خشیت اللہ کا رنگ حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:۔ انہ سمع رجلا یقرأ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا فقال لیتہا تمت (ابن المبارک، ابو عبید، عبد بن حمید، ابن المنذر) حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک شخص سے سنا کہ وہ آیۂ کریمہ ھل اتی علی الانسان پڑھ رہا تھا کہ انسان پر کبھی ایسا وقت بھی آیا ہے کہ وہ قابل ذکر و بیان بھی نہ تھا۔ تو آپ نے فرمایا:۔ کاش وہ انسان پیدا ہوتے ہی مر جاتا" یعنی جو ذمہ داریاں اس کے پیدا ہونے کے بعد عائد حال ہوئیں ان سے محفوظ رہتا۔ پیدا ہو کر طرح طرح سے مبتلا ہوتا پڑا۔ یہ تاثر اور حسرت اسی طرح سے جیسا کہ دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا:۔

لیت امی لم تلدنی۔ کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی"

حضرت ابن مسعودؓ کا حال اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا واقعہ ہے آپ نے بھی کسی سے یہ آیت کریمہ سنی تو فرمایا:۔ یا لیتہا تمت نعوتب فی قولہ ھذ افاخذ عودا

من الارض فقال یالیتنی کنت مثل ھذا۔ (ابن ابی شیبۃ عبد بن حمید ابن المنذر)
اے کاش! وہ جان اسی وقت پیدائش کے بعد فنا ہو جاتی۔ اس پر لوگوں نے آپ پر
اعتراض کیا تو زمین پر سے ایک لکڑی اٹھالی اور فرمایا اے کاش! میں اس کی طرح
خشک لکڑی ہوتا۔ جس پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں ہے۔ انسان کو پیدا ہو کر ساری
ذمہ داریاں اٹھانی پڑیں۔ خائفین اور خاشعین واہل خشیت کا یہی حال ہے۔
سچ ہے:۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اللہ کے بندوں میں اس کی
خشیت اختیار کرتا علمائے ربانیین ہی کا حصہ ہے۔ رضی اللہ تعالی عنہم کثر امثالہم آمین۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا 76-2
بَصِيْرًا ۝ ہم نے بنایا آدمی کو ایک دو رنگی بوند سے، ہم پلٹتے رہے اسکو پھر کر دیا اسکو
ہم نے سننے والا، دیکھنے والا۔

ع‌ہ مَشَجَہ بہ یمشجہ مشجا خلطہ ویقال مشج بینہما شیئ مشیج ومشج ومشج ومشج
مشج ای مختلط ج امشاج ومنہ فی سورۃ الانسان انا خلقنا الانسان من نطفۃ
امشاج ای مختلط بماء المرأۃ ودمھا وصفت بالجمع باعتبار الاجزاء کما فی ثوب
اخلاق۔ والامشاج ایضا الاوساخ التی تجتمع فی السرۃ۔ (محیط المحیط) مَشَجَہ بہ
یمشجہ مشجا کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری میں ملا دیا۔ محاورہ عرب مشج بینہما اور شیئ مشیج کے

نطفہ کی ابتدا سورۂ قیامہ کے اخیر میں نطفہ اور اس کے تغیرات مابعد پر روشنی ڈالی گئی تھی اور یہاں خود نطفہ کی حقیقت واضح فرمائی جارہی ہے کہ انسان "نطفہ امشاج" یعنی دو رنگی بوند سے بنا ہے۔ احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ مرد کا پانی سپید گاڑھا ہوتا ہے اور اس میں دوسرے پانی کو جمانے کی صلاحیت ہوتی ہے اور عورت کا پانی زرد، رقیق ہوتا ہے جس میں جم جانے کی قابلیت ہوتی ہے۔ اعصاب، ہڈیاں اور طاقت، مرد کے پانی سے اور گوشت، خون اور بال عورت کے پانی سے بنتے ہیں۔ پھر یہ نطفہ خلاصہ ہے اخلاط اربعہ، خون، بلغم، سودا، صفرا کا۔ اور اخلاط خلاصہ ہیں غذا کا۔ اور غذا نتیجہ ہے عناصر اربعہ کا۔ جن سے موالید ثلاثہ (جمادات نباتات، حیوانات) کی تخلیق ہوتی ہے۔ پھر آباؤ اجداد کے عادات، اخلاق، خواہشات خیالات، رنگ و روپ، چال ڈھال، رفتار گفتار وغیرہ سبھی امور کا اس میں دخل ہے۔ وقس علیٰ ہٰذا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

معنی بھی یہی ہیں کہ دو چیزوں کو باہم ملا دیا اور مخلوط کر دیا۔ اسکی جمع امشاج آتی ہے من نطفۃٍ امشاج جو آیا ہے وہ ایسی ہی محاورے کے مطابق ہے یعنی مرد کا پانی عورت کے پانی اور خون سے ملا ہوا نطفہ مفرد ہے اسکی صفت بصیغہ جمع اجزا کے اعتبار سے لائی گئی ہے جیسا کہ ثوبٌ اخلاق کہتے ہیں یعنی کپڑا جسکے اجزا بوسیدہ ہوگئے ہیں۔ ناف میں جو میل جمع ہو جاتا ہے اسکو بھی لغت میں امشاج کہتے ہیں (مگر یہاں یہ معنی مراد نہیں۔ واللہ اعلم)۔

غور کیجئے کہ انسان کی ابتدا ہے تو ایک بوند سے اور اس بوند میں سارا عالم سمایا ہوا ہے۔ موسم اور فصل کو بھی اس میں دخل ہے ماحول کے اثرات بھی اس میں ہیں زمانے کی رفتار کا بھی اس میں حصہ ہے۔ پھر لطیفۂ ربانی "روح" اسکی اصل موول ہے اگر روح ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ اسی وجہ سے امشاج بصیغۂ جمع نطفہ کی صفت لائی گئی ہے جو اس کے اجزائے ترکیبی کے اعتبار سے ہے۔

امشاج کی تفسیر حضرت مجاہدؒ امشاج کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔ الوان ای ذات الوان فان ماء الرجل ابیض وماء المرأۃ اصفر فاذا اختلطا ومکثا فی قعرالرحم اخضر الما یخضر الماء یالمکثا (ابن المنذر)

اَمشاج سے رنگ مراد ہیں یعنی کئی رنگی پانی سے انسان بنا کیونکہ مرد کا پانی سفید اور عورت کا زرد ہوتا ہے پھر یہ دونوں رنگ جب رحم کے اندرون میں جاگیر ہوتے اور ایک دوسرے میں مخلوط ہو جاتے ہیں تو ان کا رنگ سبز ہو جاتا ہے جیسا کہ پانی کا رنگ ایک جگہ ٹھہرے رہنے سے سبز ہوا کرتا ہے " یہ ہے تفسیر امشاج کی جبکہ اس کو صیغۂ جمع قرار دیا جائے۔ بعض مفسرین نے اس کو مفرد قرار دیا ہے اس صورت میں اس کے معنی مخلوط کے ہوں گے۔ یعنی ماء رجل اور ماء مرأۃ دونوں کے مخلوط آمیزے سے انسان کو بنایا۔ اس صورت میں

نطفہ کی صفت امشاج قرار دینے کے لئے کسی توجیہ و تاویل کی ضرورت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

نبتلیہ کی تفسیر | نَبۡتَلِیۡهِ۔ "ہم پلٹتے رہے اس کو" چنانچہ تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ نطفہ کی الٹ پھیر کا سلسلہ بہت دراز ہے کچھ صلب پدر سے خارج ہونے اور رحم مادر میں داخل ہونے کے بعد سے ہی نہیں بلکہ بہت قدیم ہے۔ تا آنکہ رحم مادر میں منتقل ہونے کے بعد بھی اس پر کئی اطوار و احوال گزرے۔ ایک ایک انسان کے ساتھ عنایت الٰہیہ جب اس درجہ سے رہی ہے تو اس کو بغیر کسی حکمت کے مہمل اور عبث تصور کرنا نہایت ہی بیجا بات ہوگی جو عقل اور نقل کسی حیثیت سے بھی قابل تسلیم نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ الٹ پھیر کا یہ سلسلہ انسان کے پیدا ہونے کے بعد بھی کبھی ختم ہوتا نظر نہیں آتا خواہ وہ انسان دنیا میں رہے یا برزخ میں یا میدان حشر میں رہے یا موقف سوال وجواب میں، میزان عدل میں رہے یا موقف سزا و جزا میں پل صراط پر رہے یا اور کہیں۔ اس اعتبار سے نبتلیہ کا ترجمہ یوں کرنا ہوگا کہ ہم اسکو پلٹتے ہی رہتے ہیں۔

نبتلیہ کی دوسری تفسیر | بعض مفسرین کرام نے نَبۡتَلِیۡهِ کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے کہ "ہم اس کا امتحان کرتے رہتے ہیں" اس ابتلاء و آزمائش کے لئے اس کو اختیار دیا جانا ضروری تھا تاکہ وہ جو کچھ کرے یا کہے اس کی پسند و صوابدید سے ہو اور اسی پر سزا و جزا کا دار و مدار ہے۔ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا۔ چنانچہ ہم نے اس کو

سننے والا دیکھنے والا بنایا" لہذا انسان کو مکلف بنانے کے لئے جن جن آلات کی
ضرورت تھی ان سب سے اس کو آراستہ و مزین کیا گیا۔ سننے کو کان دئے اور دیکھنے کو
آنکھیں کہ علم صحیح کے حاصل کرنے کے اسباب یہی ہیں۔ کسی چیز کی علم آوری کے لئے انسان
پہلے سنتا ہے، پھر دیکھتا ہے۔ پھر فہم سے کام لے کر اس کو سمجھتا ہے پھر اس کو میزانِ
عقل میں رکھ کر تولتا اور اس کے حسن و قبح کی جانچ کرتا ہے۔ تب کہیں عمل کی نوبت
آتی ہے۔ بہر حال تخلیق آدم و بنی آدم کا مقصد امتحان و آزمائش تھا تو اس کے
لوازم جس قدر ہوتے ہیں وہ سب دئے گئے۔ سمع و بصر اس کے ابتدائی آلات تھے
اس کو یہاں بصیغۂ مبالغہ بیان کیا گیا ہے یعنی خوب سننے والا اور اچھی طرح دیکھنے والا
اس سے کمال عنایت کا پتہ چل رہا ہے کہ کچھ بھی کمی نہیں کی گئی۔ اسی سلسلہ میں پھر
بعض تکالیف ایسے بھی تھے جن کا حسن و قبح محض عقل و فہم کے ذریعہ ممکن نہ تھا
اور نہ کان آنکھ کام دے سکتے تھے اس لئے اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ آگے ارشاد ہو رہا ہے:
اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ٥ ہم نے اس کو سجھائی 76-3
راہ، یا حق مانتا ہے اور یا ناشکری کرتا ہے"

ہدایتِ الٰہی کا اثر انسان پر | یعنی پیغمبروں کو مبعوث فرمایا تاکہ ان برگزیدہ
ہستیوں کی ہدایات کو سنیں اور کتابیں نازل کیں تاکہ ان کو دیکھیں اور پڑھیں۔

اس طرح کان آنکھ، فہم وعقل سے کام لے کر کردنی کام کرتے رہیں اور ناکردنی سے دور رہیں۔ اب جو کوئی پیغمبروں کی بات سنے گا اور کتاب اللہ کو پڑھتا رہیگا۔ اور اس کے مطابق اس کا عمل رہیگا وہ حق ماننے والا شکر گزار بندہ کہلائیگا۔ اور جو نہ پیغمبر کی سنے اور نہ کتاب اللہ کو دیکھے بلکہ پیغمبر کو پیغمبر نہ مانے اور کتاب اللہ کو اللہ کی کتاب تسلیم نہ کرے تو وہ بڑا ہی ناشکر گزار اور حق کا انکار کرنے والا ہوگا۔ ایسے شخص کی نسبت کیا امید کی جا سکتی ہے کہ انسانیت کے اس امتحان میں جس کیلئے وہ پیدا ہوا تھا کیا کامیابی حاصل کر سکیگا؟ بہرحال دنیا میں ان دو قسم کے انسان ہیں۔ یا شکر گزار یا ناشکر گزار۔

شاکرا وکفورا کی تفسیر حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ حتیٰ یعبّر عنہ لسانہ فاذا عبّر عنہ لسانہ اما شاکرا واما کفورا۔ (امام احمدؒ ابن المنذر) ہر نوزائیدہ بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے (اور اصول فطرت پر ترقی کرتا جاتا ہے تا آنکہ اس کی زبان اس کے مافی الضمیر کی ترجمانی کرنے کے قابل ہو جائے جب اس کی زبان اس کی ترجمان بن جاتی ہے تو (وہ دو حال سے خالی نہیں) یا تو وہ اپنے منعم کی شکر گزار بنی رہیگی یا ناشکری پر کھلتی رہیگی" شکر گزاری زبان سے بھی

ہوتی ہے اور دل سے بھی اور اعضاو جوارح سے بھی۔ مگر اس کی ابتدا زبان سے ہوتی ہے
یہاں اسی کی طرف رہنمائی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک نکتہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہاں شاکر بصیغہ اسم فاعل اور کفور بصیغہ مبالغہ
جو فرمایا ہے اس میں یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ شکر گزار کی شکر گزاری خواہ کتنی ہی معمولی اور
ادنیٰ قسم کی ہو اللہ سبحانہ اس سے راضی اور اس کی اچھی جزا دینے پر مائل و آمادہ ہے۔
اور ناشکری اگرچہ بری ہے اگر معمولی اور ادنیٰ قسم کی ہے تو اس کو ناقابل ذکر قرار دینا
منظور ہے اسی لئے شاکراً کے مقابلہ میں کافراً نہیں فرمایا بلکہ بصیغہ مبالغہ کفوراً
ارشاد ہوا۔ مطلب یہ کہ کسی کی ناشکری جب انتہا کو پہنچ جائے جس کا نتیجہ تکذیب
و انکار ہے تو صرف اس صورت میں اس پر گرفت کی جائے گی۔ معمولی ناسپاسی (اس سے
کون چھوٹا ہوا ہے) امید ہے کہ ناقابل التفات قرار پائیگی۔ جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں
ناقابل ذکر قرار دی گئی۔

---

4. إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ہم نے 76-4
تیار رکھی ہیں منکروں کے واسطے زنجیریں اور طوق اور آگ دہکتی "

وجہ تقدیم بیان کفار آیۂ سابقہ شاکِرًا کَفُورًا بعد ذکر
کیا گیا تھا۔ اس بنا پر کہ شکر گزار کو ناشکر پر فضیلت حاصل ہے لیکن اسی ترتیب سے

ان کا انجام نہیں بیان کیا جا رہا ہے بلکہ ناشکر گزاروں کا انجام پہلے بتا دیا جا رہا ہے اس وجہ سے کہ اس کو اجمالاً مختصر طور پر بیان فرمایا گیا ہے اور شکر گزاروں کا انجام بالتفصیل آ رہا ہے۔ نیز یہ کہ سزا کا تعلق انذار یعنی ڈر سنانے سے ہے اور جزا کا تعلق تبشیر سے ہے اس اعتبار سے انذار مقدم ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کفوراً سے متصل کافرین کا بیان فہم سے قریب تر ہے۔ اس کے بعد سامع کو شاکراً کا انجام سننے کا شوق دامنگیر ہوگا اور اس کا انتظار رہے گا۔ لہٰذا انتظار کے بعد جو چیز بیان ہوگی وہ دل نشین ہوگی۔ بہر حال یہ تقدیم و تاخیر بھی فائدے سے خالی نہیں۔ یہ بھی قرآن کریم کی بلاغت کا نمایاں باب ہے۔ سبحان اللہ۔

سزائے سلاسل و اغلال کی وجہ کفار آیات الٰہی اور اس کا ذکر سننے سے گریز کرتے تھے۔ اس کی سزا میں آج ان کو پابہ زنجیر کیا جا رہا ہے کہ اب بھی ہو سکتا ہے تو کہیں بھاگ جاؤ۔ پھر یہ زنجیر کیسی ہوگی سورۂ حاقہ میں گزر چکا۔ نیز کفار ذکر الٰہی سن کر گردن کشی اور اعراض کرتے تھے۔ اب ان کو طوق ڈالا جا رہا ہے کہ تم سے ہو سکتا ہے تو اب بھی گردن کشی کرو۔ نیز کفار مجلس وعظ و نصیحت چھوڑ کر اپنے گھروں کا راستہ لیتے تھے۔ اس لئے ان کو دہکتی آگ میں ڈالا جائیگا۔

یہ سب کچھ ان کی اہانت اور ذلت دکھانے کے لئے کیا جائیگا ورنہ بھاگ کہاں سکتے ہیں۔ اور گردن کشی کی تاب اب کہاں ہے؟ اور نہ دوزخ کے سوا ان کا کوئی ٹھکانا ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ 76-5
عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ 76-6 البتہ نیک لوگ پیئینگے

پیالہ جس کی ملونی ہے کافور ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں بندے اللہ کے چلاتے ہیں وہ اس کی نالیاں"

ابرار کی تعریف ناشکروں کے اجمالی بیان کے بعد شکر گزار بندوں کے اوصاف اور ان کا انجام بیان فرمایا جا رہا ہے۔ وہ ابرار اللہ سبحانہ کے نیک بندے ہیں۔ اَبْرَار جمع ہے بَرٌّ کی جس کے معنی ہیں اطاعت گزار اور کار خیر میں الکر حصہ لینے والا وسیع اخلاق والا یا جمع ہے بَارٌّ کی یعنی اچھا سلوک کرنے والا۔ در اصل یہ لفظ بَرٌّ (خشکی) سے بنا ہے جس کے مقابل لفظ بحر (سمندر) ہے جس طرح اللہ کی زمین طویل عریض اور وسیع ہے ایسا ہی اللہ کا یہ بندہ بھی وسیع القلب اور واسع الاخلاق واقع ہوا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:۔ البرّ من لا یوذی الذرّ ولا یضمر الشر۔ نیکوکار وہ ہے جو مخلوق کو ایذا

نہ پہنچائے اور دل میں شر چھپائے نہ رکھے۔"

ابرار کون ہیں؟ حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہیں:۔ الابرار الذین فیھم خلق من اخلاق العشرۃ الذین وعدھم النبی علیہ الصلاۃ والسلام بالجنۃ۔ قال علیہ الصلاۃ والسلام ان للہ ثلاث مائۃ وستین خلقا من لقیہ بخلق منھا مع التوحید دخل الجنۃ قال ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھل فی منھا یا رسول اللہ قال کلھا فیک یا ابا بکر واحبھا الی اللہ السخاء۔ ابرار وہ لوگ ہیں جن میں عشرہ مبشرہ کے اخلاق میں سے کوئی خلق موجود ہو جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی خوش خبری سنا دی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ کے تین سو ساٹھ اخلاق ہیں۔ ان میں سے ایک خلق بھی توحید کے ساتھ لے کر جو کوئی اللہ سبحانہ سے ملیگا وہ جنت میں جائے گا۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ان میں سے کوئی خلق مجھ میں بھی ہے؟ تو ارشاد مبارک ہوا کہ ابو بکر! تم میں یہ اخلاق کل کے کل موجود ہیں۔ ان سب میں سے سخاوت اللہ سبحانہ کو بہت محبوب و مرغوب ہے۔"

ابرار کا اعزاز بہرحال شکرگزار بندوں (ابرار) کا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ

ان کے مشروبات میں کافور کی ملونی ہوگی جس سے شربت کا لطف دوبالا ہو جائیگا
کافور کی ملونی کا ذکر ذوق کے اعتبار سے نہیں کیونکہ کافور کوئی کھانے کی چیز نہیں
ہے بلکہ اس کی خوشبو، سپیدی، ٹھنڈک اور صفائی کے اعتبار سے ہے۔ حضرت کلبیؒ
فرماتے ہیں:۔ الکافور علم عین فی الجنۃ ماؤھا فی بیاض الکافور وعرفه
وبردہ۔ کافور جنت کے ایک چشمے کا نام ہے جس کا پانی کافور کی طرح سپید صاف شفاف
اور اس میں کافور کی سی خوشبو اور ٹھنڈک ہے۔ گویا اسی مناسبت سے اس کا نام کافور
رکھا گیا ہے۔ کافور کے اصل معنی چھپا دینے کے ہیں۔ کافر کو اسی لئے کافر کہتے ہیں کہ
وہ حق پوشی کرتا ہے۔ اور کفارہ بھی گناہ کو چھپا دیتا ہے۔ اس لحاظ سے کافور بھی
ایسی چیز ہے جو دوسرے تمام اوصاف پر اس درجہ غالب ہوتی ہے کہ دیگر اشیاء
اور اوصاف اس کے ہوتے ہوئے چھپ جاتے ہیں اور یہی سب پر غالب رہتا ہے
اور حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں:۔ یمزج بھم بالکافور ویختم بالمسك
جنتیوں کو نہر کافور کا پانی شریک کرکے پینے کے لئے دیا جائیگا جس پر مشک کی مہر لگی
ہوگی۔" دنیاداروں کا طریقہ ہے کہ کھانے پینے کی اہم چیزوں پر مہر توڑہ کیا جاتا ہے
یعنی لاکھ لگا کر اس پر مہر چسپاں کی جاتی ہے تاکہ اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہونے
پائے اور ان کے استعمال کرنے والوں کو اطمینان حاصل ہو کہ یہ چیز اصلی حالت پر قائم ہے

اللہ سبحانہ نے جنتیوں کے پانی کا یہ اہتمام فرمایا ہے کہ اس پر مشک کی مہر لگائی گئی
تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس پیالے میں جو پانی ہے اس کی کیا قدر وقیمت ہے۔
پھر جنتیوں کے پانی کا یہ وصف ہے تو کھانے کی چیزیں اور میوے وغیرہ کس شان کے
ہوں گے؟ وفی ذٰلک فلیتنافس المتنافسون۔

مضمون بالا کی توضیح | پھر مضمون بالا کی وضاحت اس کے بعد فرمائی جارہی ہے:۔

عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا عِبَادُ اللّٰہِ یُفَجِّرُوْنَھَا تَفْجِیْرًا۔ وہ کافور ایک چشمہ ہے جس کی ملونی کا پانی' اللہ سبحانہ کے یہ مخلص بندے (ابرار) پیتے ہوں گے۔ اس چشمے کو وہ جہاں چاہیں گے کاٹ کر بہا لیجائیں گے۔" حضرت ابن شوزبؒ فرماتے ہیں۔ معھم قضبان ذھب یفجّرون بھا فیتبع الماء قضبانھم (عبداللہ ابن احمد) اہل جنت کے ہاتھوں میں زرین چھڑیاں ہونگی جن سے وہ ماء کافور کو اشارہ دیں گے پھر کیا ہے کہ وہ پانی ان کی چھڑیوں کے اشارے پر اُسی سمت رواں ہوگا" جہاں وہ چاہیں۔ بعض آثار میں یہاں تک صراحت ہے:۔ انّ ھذہ العین فی دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفجر الی دور الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام والمومنین۔ (روح المعانی) یہ چشمہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار جنت (کاشانۂ مبارک) میں ہوگا جہاں سے اس کی شاخیں دیگر تمام انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے محلات عالیات' اور مومنین مخلصین کے منازل و مساکن تک پہنچائی جائینگی"۔

انبیاءؑ نور محمد سے ہوئے ہیں پیدا اسی دریا سے یہ نہریں ہوئیں جاری ساری

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ۝ 76-7

پورا کرتے ہیں منت کو، اور ڈرتے ہیں اس دن سے جسکی برائی پھیل پڑیگی "۔

ابرار کے صفات یہاں سے ابرار کے اوصاف بیان فرمائے جارہے ہیں کہ وہ اپنی منتوں کو جن کو وہ مان رکھے ہیں پورا کرتے ہیں۔ منت ایک عہد ہے جو اللہ سبحانہٗ کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ الٰہی! اگر میرا فلاں کام نکل جائے یا فلاں مشکل حل ہوجائے تو میں راہ خدا میں اتنی خیرات کروں گا یا اتنی نمازیں پڑھوں گا یا اتنے روزے رکھوں گا۔ بہرحال اس کام کی اپنے نزدیک جیسی کچھ اہمیت ہوتی ہے اسی مناسبت سے اس کی جزا تجویز کرکے انسان اس کو خود پر لازم کرلیتا ہے۔ پھر جب فضل خدا سے وہ کام پورا ہوجاتا ہے تو اپنے عہد کے مطابق کارخیر انجام دیتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ اپنی زبان کے سچے، اور قول کے پکے ہوتے ہیں اپنی بات پوری کرتے ہیں ٹالتے نہیں ہیں اسی سے یہ اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ جب وہ اپنی خودی سے واجب کئے ہوئے کام کو پورا کرنے سے دریغ نہیں کرتے تو اوامر و نواہی جو اللہ سبحانہٗ کی طرف سے واجب قرار دئے گئے ہیں ان کو وہ کب ٹالتے ہونگے۔ مومن کی یہی صفت ہونی چاہئے۔

نذر کے احکام یہاں یہ یاد رہے کہ نذر (منت) اللہ سبحانہٗ ہی سے مانی جائے غیر اللہ سے اگر منت مانگے تو ایسی منت کی تکمیل واجب نہیں۔ نذر میں کسی معصیت کو خود پر لازم کرلینا شرعاً حرام ہے۔ اس باب کی تفصیلات بہت ہیں۔ کتب فقہ میں

باب النذور والایمان ایک مستقل باب ہے اور سینکڑوں مسائل اس سے مستنبط ہوتے ہیں ان کو کتب فقہ میں دیکھ لیا جائے۔

ابرار کی دوسری صفت ابرار کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس کی برائی اور سختی پیشتر کی جگہ بیان ہو چکی ہے۔ یہ سختی اور برائی کسی ایک شخص یا خاندان یا قبیلہ وغیرہ کے ساتھ مختص نہ ہوگی بلکہ عام اور عالمگیر ہوگی از آدمؑ تا ایں دم جتنے بنی آدم ہوں گے سب کے حق میں یہ دن نہایت کٹھن اور اجیرن ہوگا۔ الا ماشاء اللہ۔ جیسے حضرات انبیا علیہم الصلاۃ والسلام یا ان کے آل و اصحاب اور اولیاء و اتقیا' شہدا و صالحین اس سے مستثنیٰ ہوں گے مگر ان حضرات کو بھی اپنی امتوں اور متبعین کی فکر دامنگیر ہوگی۔ اس اعتبار سے سبھی اس دن سے اندیشناک ہوں گے تو ابرار کا بھی یہی حال ہوگا۔

مضمون بالا کی توضیح حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں۔ کانوا یوفون بطاعۃ اللہ من الصلاۃ والزکاۃ والحج والعمرۃ وما افترض علیہم فسماھم اللہ الابرار لذلک فقال یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیرا قال استطار واللہ شر ذلک الیوم حتی ملأ السموات والارض۔ (عبدالرزاق عبد بن حمید ابن جریر ابن ابی حاتم) ابرار وہ لوگ ہیں جو اللہ سبحانہ کی طاعت (مثلاً

نماز، زکوٰۃ، حج وعمرہ) اور جو چیزیں اللہ سبحانہ نے ان پر فرض ولازم گردانی ہیں
ان کو پورا کرتے ہیں اور اسی باعث اللہ سبحانہ نے ان کا نام ابرار قرار دیا یعنی پورا
کرنے والے" چنانچہ فرمایا کہ وہ اپنی مانی ہوئی نذر کو پورا کرتے اور اس دن سے
خائف وترساں رہتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہو گی۔ اس کی تفسیر میں حضرت قتادہؓ نے
فرمایا کہ خدا کی قسم! اس دن کی برائی اتنی پھیلی ہوئی ہو گی کہ تمام آسمان اور ساری
زمین اس کی برائی سے بھر جائے گی"۔

ایک شخص کا واقعہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ جاء رجل الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی نذرت ان انحر نفسی فشغل النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فذھب الرجل فوجد یرید ان ینحر نفسہ فقال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم الحمد للہ الذی جعل فی امتی من یوفی بالنذر ویخاف یوما
کان شرہ مستطیرا۔ اھد مائۃ ناقۃ۔ (عبدالرزاق طبرانی) حضرت سید عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں ایک شخص آیا اور عرض پرداز ہوا کہ میں نے
منت مانی ہے کہ اپنے آپ کو ذبح کر ڈالوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی
طرف التفات نہ فرمایا تو وہ چلا گیا۔ پھر آپ نے اس کو ایسی حالت میں پایا کہ خود کو
ذبح کر لینا چاہتا ہے۔ اس پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اللہ کا شکر ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی اس نے بنائے ہیں جو اپنی منت پوری کرتے اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلتی ہوگی۔ (پھر اس کو حکم دیا کہ) تم سو اونٹ بطور ہدی کعبۃ اللہ کو بھیج دو۔ یہ اس لئے کہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا خودکشی اور گناہ ہے۔ اور انسانی جان ناحق لی جائے تو اس کی دیت اور خوں بہا ایک سو اونٹ ہوتے ہیں لہذا تم سو اونٹ منی میں ذبح کرنے کے لئے بطور ہدی بھیج دو۔ گویا اس عمل سے اس کی نذر کا کفارہ ہو جائے گا۔ اور نذر کرنے والے کی جان بچ جائیگی۔ یہیں سے نذر معصیت کا حکم مستنبط ہوتا ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ 76-8
إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا 76-9
نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝ 76-10 اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو، اور یتیم کو، اور قیدی کو۔ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں وہ خالص اللہ کی خوشی چاہنے کو، نہ ہم تم سے چاہیں بدلہ اور نہ چاہیں شکر گزاری۔ ہم کو لگا ہے ڈر اپنے رب کا، ایک دن سے جو اداسی والا سختی کا ہے۔

ابرار کا تیسرا وصف ابرار کا تیسرا وصف ارشاد ہو رہا ہے کہ وہ مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو (جن کو کھانا میسر نہیں) کھانا کھلاتے ہیں ایسی حالت میں کہ اس کھانے کی

خود ان کو رغبت اور ضرورت ہے۔ یا تو ان کو خود پر ترجیح دیتے ہیں یا جو کھانا خود کو مرغوب ہے ایسا کھانا ان حاجت مندوں کو بھی کھلاتے ہیں۔ پھر اس خوبی کیساتھ کہ ان کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ آج ہم ان کو کھلا رہے ہیں۔ کل ہم محتاج ہو جائیں اور یہ دولت مند ہوں تو وہ اس کے بدلے میں ہم کو کھلائیں گے۔ یا یہ کہ بدلہ نہ سہی صرف یہ ہمارے ممنون احسان اور شکر گزار بنے رہیں کہ فلاں حاجت کے موقع پر ہم نے ان کی دستگیری کی تھی۔ بلکہ وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں سب پر اداسی چھائی ہوئی رہیگی اور وہ بہت کٹھن دن ہوگا۔ اگر آج ہم ان سے بدلے کی توقع رکھیں یا ان پر احسان دھریں تو فردائے قیامت ڈر لگا ہوا ہے کہ اللہ پاک یہ فرمائے کہ تم نے ہمارے ان مسکین یتیم اور اسیر بندوں کیساتھ جو احسان کیا تھا اس کا بدلہ دنیا ہی میں ہو چکا یا تو ان کا بدلہ حاصل کرلیا یا یہ کہ ان سے شکریہ کے طالب رہے۔ اب ہماری رضا جوئی کے لئے کیا چھوڑا ہے جس کے طلبگار ہو رہے ہو۔ مساکین اور یتامیٰ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے باب میں تو اور بھی آیات کریمہ اور احادیث شریفہ وارد ہیں جو زبان زد خاص و عام ہیں لیکن قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت اس آیۂ کریمہ سے ظاہر ہو رہی ہے کہ ان کو مساکین اور یتامیٰ کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔

قیدیوں کیساتھ حسن سلوک حضرت مجاہد فرماتے ہیں: ۔ ملاحسہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بالاساری عن بدر، انفق سبعۃ من المھاجرین علی اساری مشرکی بدر منھم ابوبکر و عمر و علی و الزبیر و عبدالرحمٰن و سعد و ابو عبیدۃ بن الجراح فقالت الانصار قتلناھم فی اللہ و فی رسولہ و تو فونھم بالنفقۃ فانزل اللہ فیھم تسع عشرۃ آیۃ ان الابرار یشربون الی قولہ عینا فیھا تسمی سلسبیلا (ابن عساکر) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب غزوۂ بدر سے قیدیوں کو گرفتار کرکے مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے تو مہاجرین میں سے یہ سات اصحاب (خصوصیت کے ساتھ) بدر کے مشرک قیدیوں کو کھلانے پلانے لگے۔ حضرات ابوبکر، عمر، علی، زبیر، عبدالرحمٰن، سعد، ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین) اس پر انصار کہنے لگے کہ ہم نے تو خدا اور اس کے رسول کی محبت میں ان کے ساتھ جنگ کی اور تم ان کو کھلاتے پلاتے ہو۔ تو اس وقت ان الابرار یشربون سے لیکر عینا فیھا تسمی سلسبیلا تک (۱۹) آیتیں ان کی شان میں نازل ہوئیں "۔ جس سے معلوم ہوا کہ قیدیوں کو کھلانا پلانا بھی اسی اجر و ثواب کا انسان کو مستحق بناتا ہے جو محتاجوں اور یتیموں کو کھلانے پلانے کا اجر و ثواب ہے۔

مشرک قیدی بھی حسن سلوک کا مستحق ہے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں:۔ لقد امر اللہ بالاساری ان یحسن الیھم و انھم یومئذ لمشرکون فو اللہ لاخوک المسلم

اعظم علیك حرمة وحقا۔ (عبد بن حمید) اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہاں قیدیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے درحالیکہ اُس عہد میں قیدی صرف کفار و مشرکین ہی ہوتے تھے۔ اس بنا پر خدا کی قسم! کبھی تمہارا مسلمان بھائی قید میں ہو تو اس کا احترام اور حق مشرک اور کافر کے مقابلہ میں بہت ہی بڑھا چڑھا ہے۔" حضرت ابن جریج رضی فرماتے ہیں:۔ لم یکن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یأسر اهل الاسلام و لکنها نزلت فی اساری اهل الشرك کانوا یأسرونهم فی الفداء فنزلت فیهم فکان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یأمر بالاصلاح لهم۔ (ابن المنذر) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو قید میں نہیں ڈالتے تھے لیکن یہ آیۂ کریمہ مشرک قیدیوں کے باب میں نازل ہوئی ہے جن کو مسلمان زرِ فدیہ حاصل کرنے کی خاطر گرفتار کر کے قید کر دیا کرتے تھے۔ اور یہ آیت انہیں کی بابت اتری۔ پھر بھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اقدس یہی ہوا کرتا تھا کہ ان (مشرک قیدیوں) کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا کرو۔"

مسکین، یتیم، اسیر کی تفسیر حضرت ابو سعید خدری رضی اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

مسکینا فقیراً و یتیما لا اب له و اسیرا المملوك و المسجون۔ (ابن مردویہ، ابو نعیم)

مسکین سے محتاج مراد ہے (جس کے پاس کچھ نہ ہو یا صبح کا کھانا ہو تو شام کے لئے نہ ہو، یا شام کا ہو تو صبح کے لئے کچھ نہ ہو) اور یتیم وہ ہے جس کا باپ نہ ہو۔ اور اسیر سے مراد مملوک غلام، اور قیدی ہے۔ گویا اسیر کے مفہوم میں یہ دونوں قسم داخل ہیں۔ چنانچہ غلام و باندی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے باب میں بھی بکثرت احکام دئے گئے ہیں۔ بہرحال مقدس دین اسلام میں کمزوروں کے ساتھ اچھا سلوک جاری رکھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے جو دیگر ادیان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

شان نزول حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ نزلت ھذہ الآیۃ فی علی بن ابی طالب وفاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ابن مردویہ) یہ آیۂ کریمہ ویطعمون الطعام حضرت سیدنا علی بن ابی طالب اور جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء، دختر مطہرہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی"۔ اس کی تفصیل عطاء بن یسار کی روایت میں جو حضرت ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے، یوں ہے کہ حضرات حسنین علی جدہما وعلیہما الصلاۃ والسلام ایک دفعہ بیمار ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکرؓ وعمر اور جماعت صحابۂ کرامؓ کے ساتھ عیادت کے لئے تشریف لائے تو اصحاب کرام کے مشورے سے حضرت شیر خدا نے منت مانی کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ ان کو شفائے کامل عطا فرمائے تو تین دن تک

روزے رکھیں گے۔ جناب سیدہ، نیز آپ کی خادمہ، اور خود حضرات حسنین علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام نے بھی یہی منت مانی۔ بہ فضل خدا شفا حاصل ہوئی تو سبھوں نے روزہ رکھا۔ شام کو افطار کے بعد دستر خوان بچھا تو ایک مسکین نے صدا دی۔ ان حضرات نے پورا کھانا اس کے حوالہ کر دیا۔ اور پانی سے افطار کر کے دوسرا روزہ رکھا آج بھی عین افطار کے وقت ایک یتیم نے آواز دی وہ کھانا اس کو دے دیا گیا۔ اسی طرح تیسرا روزہ رکھا۔ افطار کے وقت ایک قیدی پہنچ گیا تو تمام کھانا اس کو مرحمت ہوا۔ ادھر تین دن کے مسلسل روزوں سے جو فقط پانی پی کر افطار کیا جاتا تھا ان حضرات پر بڑی سختی گزری۔ حضرات حسنینؑ بھوک کی شدت سے کانپ اٹھے۔ اور حضرت سیدہ طاہرہ کا شکم مبارک پیٹھ سے لگ گیا مگر اُف تک نہ کیا۔ اس نوبت پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ آیات کریمہ سنائیں۔ تفسیر روح المعانی اور کتاب نور الابصار فی مناقب آل بیت الاطہار وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ جس کی یہاں گنجائش نہیں۔

علیٰ حُبّہٖ کی تفسیر آیۂ کریمہ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ میں جو صراحت عَلٰی حُبِّهٖ کی وارد ہوئی ہے اس کی تفسیر اس مشہور واقعہ سے بخوبی ہوتی ہے کہ روزہ داروں کو افطار کے وقت، کھانے کی طرف جو فطری رغبت رہتی ہے

ایسے نازک موقع میں ایثار کا یہ نمونہ پیش کرنا کہ ایک دن، دو دن نہیں مسلسل تین دن تک یہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا حق ہے۔ جس میں مرد عورت بچے بلکہ ملازم تک یکساں رنگ میں رنگے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام فقراء ومساکین کو اپنی پسندیدہ چیزیں دینی چاہئیں۔ خراب ناکارہ چیزوں سے احتراز کرنا چاہیئے۔

انما نطعمکم کی تفسیر پھر یہ داد و دہش کسی بدلے یا احسان مندی کے طور پر نہ ہو بلکہ خالصاً لوجہ اللہ ہو جیسا کہ آیۃ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزآء ولا شکورا کا مفہوم ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں:۔ لم یقل القوم ذلک حین اطعموھم ولکن علم اللہ من قلوبھم فاثنی علیھم بہ لیرغب فیہ راغب۔ (عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، بیہقی) جن بزرگوں نے اطعام طعام میں حصہ لیا تھا انھوں نے کبھی اپنی زبان سے یہ نہیں کہا کہ تم کو ہم خالصاً لوجہ اللہ کھلا رہے ہیں تم سے کسی بدلے یا شکریہ کے طالب نہیں بلکہ یہ مضمون ان بزرگوں کے دل میں تھا اللہ سبحانہ جو علیم بذات الصدور ہے ان کی یہ دلی کیفیت جان کر اس آیہ کریمہ کے ذریعہ ان کی ثنا وصفت فرمائی تاکہ آئندہ بھی جو لوگ ایسے ایثار اور کارہائے خیر میں حصہ لیں انکو ان بزرگوں کی

ان دلی کیفیات سے سبق ملے۔ اور اس کی بموجب عمل پیرا ہوں۔"

انا نخاف کی تفسیر | اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا۔ ہم کو ڈر لگا ہوا ہے اپنے پروردگار کا اس دن سے جو نہایت اُداسی اور سختی کا ہے۔"

مطلب یہ کہ ابرار اللہ سبحانہ کے ایسے مخلص بندے ہیں کہ راہ خدا میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو لوجہ اللہ کھلاتے پلاتے رہنے کے باوجود اللہ سبحانہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ان سے کسی بدلے کے خواہشمند نہیں رہتے اور نہ خود کو کسی شکریہ کا مستحق تصور کرتے ہیں بلکہ ان کو اس امر کا ڈر لگا ہوا ہے کہ قیامت کا دن جو عالمگیر اُداسی اور حد درجہ سختی کا ہے اس دن ہمارے اخلاص کی کمی وغیرہ کے باعث ایسا نہ ہو کہ ہمارا یہ عمل درجۂ قبولیت حاصل نہ کر سکے۔ اور ہمارا عمل ہمارے ہی مُنہ پر مار دیا جائے۔ اس میں یہ سبق دیا جا رہا ہے کہ انسان کو اپنے حسن عمل پر کبھی نازاں نہ ہونا چاہئے۔ یہی صفت ابرار و اخیار کی ہے۔ اللھم اجعلنا منھم۔ آمین۔ ان بزرگوں نے یہ صفت خیر اختیار کی تو اللہ سبحانہ کے پاس ان کے کیا مدارج ہیں اسکو بھی سُن لیجئے۔ ارشاد ہو رہا ہے:۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۚ 76-11
وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۙ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ 76-12
76-13

لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا ۚ پھر بچالیا ان کو اللہ نے برائی سے

اس دن کی، اور ملادی ان کو تازگی اور خوش وقتی، اور بدلہ دیا ان کو ان کے صبر پر

باغ اور پوشاک ریشمی، تکیہ لگائے بیٹھیں اس میں تختوں کے اوپر، نہیں دیکھتے وہاں

دھوپ اور نہ ٹھٹھر انے والی سردی ۔"

ابرار واخیار کا اعزاز قیامت کا دن، جو روز جزا ہے جس میں ہر ہر عمل کا بدلہ ملیگا۔ خواہ وہ عمل کتنا ہی صغیر وحقیر ہو۔ تو ابرار اخیار کے یہ اعمال صالحہ کب ضائع ہو سکتے ہیں۔ ان کو بھی اپنے اعمال خیر کی جزا ضرور ملیگی جس کی ابتداء یوں ہے کہ روز قیامت کی اداسی اور سختی ان پر نہ آنے پائے گی یہ اس سے بالکل محفوظ رہیں گے۔ پھر پروردگار عالم کے حضور میں جب یہ باریاب ہوں گے تو ان کی ملاقات کا یہ سماں ہوگا کہ وہ ان سے راضی اور خوشنود، ان کے چہرے پروردگار عالم کی عنایت و لطف اور مسرت کے باعث نہایت تروتازہ، حد درجہ مسرور ہوں گے۔ پھر کہنے والا کہیگا کہ یہ مسرت وشادمانی بدلہ ہے صبر کا جو تم دنیا میں طرح طرح کی تکالیف اور ایذائیں سہتے رہے، اب جاؤ جنت میں جہاں ہر طرح کی راحت و آسائش کا سامان مہیا ہے اور ان کو حریر (ریشم) کی لاقیمت پوشاک پہنائی جائیگی، اس جنت میں وہ تختوں پر بیٹھے تکیہ لگائے ہوئے وہاں کا لاجواب نظارہ کرتے ہوں گے۔ نہ تو وہاں دھوپ کا

کوئی اثر ہوگا۔ اور نہ ٹھٹھرانے والی سردی رہیگی" بلکہ جنت کا ہر موسم نہایت لطف اندوز معتدل ہوگا۔ کسی قسم کی کوئی ناگواری اہل جنت کو نہ ہوگی۔

نضرۃ وسرورا کی تفسیر حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:۔ ولقاھم نضرۃ قال فی الوجوہ وسرورا قال فی الصدور والقلوب۔ (عبد بن حمید ابن المنذر) اور ملادی ان کو تازگی چہروں میں اور مسرت سینوں میں اور دلوں میں" یعنی اللہ سبحانہ سے ابرار کی ملاقات کی کیفیت یہ ہوگی کہ وہ سماں دیکھتے ہی ان کے چہرے تروتازہ بارونق اور سینے اور دل مسرت سے شاداں وفرحاں ہوں گے۔ حضرت قتادہؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔

صبر کے اقسام نیز حضرت قتادہؓ نے آیۂ کریمہ وجزاھم بما صبروا جنۃ وحریرا کی تفسیر میں فرمایا:۔ الصبر صبران صبر علی طاعۃ اللہ وصبر عن معصیۃ اللہ۔ (عبد بن حمید) صبر دو طرح کے ہیں۔ ایک صبر ہے اللہ سبحانہ کی طاعت پر اور دوسرا صبر ہے اللہ سبحانہ کی نافرمانی سے دور رہ کر" یعنی حق سبحانہ تعالیٰ کے جس قدر اوامر ہیں ان کو بجالانا، مثلاً نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکاۃ دینا، حج کرنا، جہاد فی سبیل اللہ میں لگے رہنا، نیز ہر ہر امر کی بجا آوری کے لئے خود کو مستعد رکھنا۔ اسیطرح جس قدر نواہی ہیں جن سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا وصفیکہ معصیت میں ایک طرح کی چاشنی اور لذت ہے اس سے اپنا دامن بچائے رکھنا اور خود کو اس سے

دور رکھنا یہ دونوں امور نہایت صبر آزما ہیں ان دونوں مواقع پر ابرار نے صبر سے کام لیا اس کے مقابلے میں اللہ سبحانہ نے ان کو جنت اور اس کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ نیز حدیث شریف میں ہے:۔ الصبر اربعة الصبر على الصدمة الاولى وعلى اداء الفرائض وعلى اجتناب المحارم وعلى المصائب۔ صبر چار طرح ہے ایک پہلے صدمہ کے وقت' دوسرا ادائے فرض کے موقع پر' تیسرا محرمات سے بچنے کے وقت' چوتھا مصیبت کے وقت"۔ اور ان کو ریشم و حریر کے فاخرانہ لباس سے ممتاز فرمایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سونا اور ریشم کو اللہ تعالیٰ نے میری امت کے مردوں پر حرام ٹھہرایا ہے۔ لہذا جو کوئی ان کو دنیا میں نہیں پہنے گا' اللہ اس کو جنت میں ضرور پہنائے گا۔ اور جو دنیا میں پہنے گا آخرت میں نہ پہن سکیگا"۔ ابرار چونکہ دنیا میں اس سے دور تھے اس لئے آخرت میں وہ لباس حریر پہنیں گے۔

علی الارائک کی تفسیر مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ۔ تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ابرار جنت میں تختوں پر بیٹھے ہوئے"۔ اَرَائِكُ جمع ہے اَرِيكَةٌ کی۔ یہ ایسے تخت کو کہتے ہیں جس پر فرش بچھایا گیا اور اطراف سے پردے چھوڑ کر آراستہ کیا گیا ہو۔ ارائک کی تفسیر میں لکھا ہے:۔ هي السرر في الحجال تكون في الجنة من الدر والياقوت موضونة بقضبان الذهب والفضة والوان الجواهر

ارائک‘ ایسے تخت ہیں جن پر جنت کے جلوہ گاہ عروسی ہیں‘ موتیوں اور یاقوت سے سونے چاندی کی لکڑیوں پر جڑاؤ کیا جائے گا اور رنگ برنگ کے جواہرات سے سجایا جائے گا۔“ ظاہر ہے کہ یہ منظر صحن جنت اور تفریحی مقام کا ہوگا۔ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قصر جنت کی تیاری اور آراستگی پھر اس کا لطف کس شان کا ہوگا؟ چنانچہ اس کی تائید اس کے بعد کے ارشاد سے ہو رہی ہے۔ فرماتے ہیں :۔

شمسا زمھریرا کی تفسیر

لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا۔ جنت کے صحن‘ اور اس کی تفریح گاہوں میں نہ تو دھوپ ہوگی اور نہ ٹھٹھرانے والی سردی“ یعنی جس طرح دنیا میں انسان کو دھوپ کی تمازت ستاتی ہے اور جاڑا و سردی اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ جنت میں ایسی کوئی موسمی تکلیف بھی نہ ہوگی بلکہ صبح صادق کا وقت جیسا سہانا خوشگوار ہوتا ہے‘ وہاں اس سے کہیں زیادہ پُرلطف اوقات ہوں گے اور اہل جنت خوش وقتی میں گزارتے ہوں گے۔ دنیا کی گرمیوں اور جاڑوں کی حقیقت یہ ہے :۔

سرما و گرما کی حقیقت

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔ اشتکت النار الی ربھا فقالت رب اکل بعضی بعضا فجعل لھا نفسین نفسا فی الشتاء و نفسا فی الصیف فشدۃ ما تجدونہ

من البرد من زمھریرھا وشدۃ ما تجدونہ فی الصیف من الحر من سمومھا۔ (ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن مردویہ) دوزخ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی کہ پروردگار من! میرے ہی بعض حصے نے بعض کو کھالینا شروع کردیا ہے۔ اس پر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس کے لئے دو سانسیں سال بھر میں مقرر فرمادیں۔ ایک سانس جاڑوں میں، اور ایک سانس گرمیوں میں۔ لہٰذا شدت کی سردی جو تم جاڑوں میں پاتے ہو وہ اس کے زمہریر کی ہے۔ اور گرمی کی شدت جو گرما میں محسوس کرتے ہو وہ دوزخ کی باد سموم (زہریلی ہوا) کا اثر ہے۔"

دوزخ کی گرمی اور سردی سے بچنے کی تدبیر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:—

اذا کان یوم حار القی اللہ سمعہ وبصرہ الی اھل السماء واھل الارض فاذا قال العبد لا آلہ الا اللہ ما اشد حر ھذا الیوم اللھم اجرنی من حر جھنم قال اللہ عزوجل لجھنم ان عبدا من عبیدی استجارنی منک وانی اشھدک انی قد اجرتہ واذا کان یوم شدید البرد القی اللہ سمعہ وبصرہ الی اھل السماء واھل الارض فاذا قال العبد لا آلہ الا اللہ ما اشد برد ھذا الیوم اللھم اجرنی من زمھریر جھنم قال اللہ لجھنم ان عبدا من عبیدی استجارنی من زمھریرک

وانی اشھدک انی قد اجرتہ' جب کوئی دن گرمی کی شدت کا ہوتا ہے تو
اللہ سبحانہ اپنے سمع و بصر کو آسمان والوں اور زمین والوں کی طرف متوجہ فرما دیتے
ہیں۔ اب کوئی بندہ یہ کہتا ہے کہ اللہ سبحانہ کے سوا کوئی ہستی مستحق عبادت نہیں۔
اس دن کی گرمی کیسی شدید تر ہے۔ الٰہی! مجھے دوزخ کی گرمی سے اپنی پناہ میں رکھئے تو
خدائے عزوجل کا ارشاد دوزخ سے یوں ہوتا ہے کہ میرے بندوں میں سے ایک بندے نے
تجھ سے میری پناہ طلب کی ہے اور میں تجھے خبردار کرتا ہوں کہ میں نے اس کو پناہ
دیدی ہے۔ اسی طرح کسی دن شدت کی سردی ہوتی ہے تو اللہ سبحانہ اپنے سمع و بصر کو
آسمان والوں اور زمین والوں کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں' پھر کوئی بندہ عرض
کرتا ہے کہ اللہ سبحانہ کے سوا کوئی چیز مستحق عبادت نہیں۔ آج کس بلا کی سردی ہے۔
الٰہی! مجھے جہنم کی سردی سے اپنی پناہ میں رکھئے۔ تو اس وقت بھی اللہ سبحانہ کا ارشاد
جہنم سے ہوتا ہے کہ میرے بندوں میں سے فلاں بندے نے تیری سردی سے میری پناہ
مانگی ہے اور میں تجھے گواہ رکھتا ہوں کہ میں نے اس کو پناہ دیدی ہے۔"

زمہریر کی حقیقت قالوا وما زمھریر جھنم قال کعب بیت یلقی فیہ الکافر
فیتمیز من شدۃ بردھا بعضہ من بعض (بیہقی عن ابی سعید الخدریؓ او ابی
ہریرۃؓ) صحابہ کرامؓ نے یہ سن کر عرض کیا کہ زمھریر جھنم سے کیا مراد ہے؟ (کیونکہ آپ

وہ جو سنتے آئے تھے دوزخ کی آگ ہی کا بیان تھا۔ دوزخ کی سردی کبھی سننے میں نہیں آئی تھی) حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ زمہریر جہنم کا ایک مرتفع مقام ہے جس میں کوئی کافر ڈالا جائے گا تو اس کی سردی کی شدت سے اس کے اعضاء ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے جائیں گے"۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے ہاں ضرب المثل سی ہو گئی ہے وہ کہتے ہیں :۔ الحرّ یوذی والبرد یھلک۔ گرمی صرف ایذا پہنچاتی ہے اور سردی ہلاک کر کے چھوڑتی ہے"۔ یہ دوزخ کا حال تھا۔ رہی جنت اس کے موسموں کا کیا پوچھنا

جنت کا موسم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں :۔ الجنۃ سجسج لا قرّ فیھا ولا حرّ (ابن ابی شیبہ) جنت معتدل اور سہانی جگہ ہے نہ اس میں (ہلاک کرنے والی) سردی ہے اور نہ (ایذا پہنچانے والی) گرمی"۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے :۔ ھواء الجنۃ سجسج لا حرّ فیہ ولا قرّ۔ جنت کی ہوا (اور اس کا موسم) خوشگوار سہانا ہے نہ اس میں (ناگوار) گرمی ہوگی اور نہ سردی"۔ اسی لئے ارشاد ہو رہا ہے :۔ لَا یَرَوْنَ فِیْھَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْھَرِیْرًا۔ اہل جنت وہاں نہ دھوپ دیکھنے پائیں گے اور نہ ٹھٹھرانے والی سردی"۔ کیونکہ وہاں آفتاب ہی نہ ہوگا تو پھر دھوپ کا کیا ذکر ہے؟ آفتاب وغیرہ کے متعلق ارشاد ہو چکا ہے :۔ اذا الشمس کوّرت۔ (قیامت اس وقت ہوگی) جبکہ آفتاب لپیٹ دیا جائے"۔ اور ستارے

بے نور ہو جائیں۔ اور چاند کے متعلق آیا ہے کہ اس کو گہن لگ جائے گا۔

جنت کی روشنی جنت میں چاند سورج، ستارے نہ ہوں گے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہاں روشنی کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت خود روشن اور اس کی ہر چیز اپنے پروردگار کے نور سے جگمگاتی ہوگی۔ چاند، سورج یا ستاروں کی روشنی کی وہاں حاجت ہی نہیں۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے اس کی توضیح ہوتی ہے:۔

ان الجنۃ لاخطر لھا ھی ورب الکعبۃ نور یتلألأ وریحانۃ تھتز وقصر مشید۔ (روح المعانی) یقیناً جنت ایسا مقام ہے جہاں کسی حادثے، اندیشے، تکلیف، یا ناگواری کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ رب کعبہ کی قسم! پوری جنت نور ہے موتیوں کی طرح درخشاں، اقسام کی خوشبو سے بسا ہوا کہ ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ ایک نئی خوشبو آتی ہوئی اور پائدار محل جس کا ہر لطف پائدار ہے۔" کیوں نہ ہو جنت جگہ ہے نورانی لوگوں کی۔ نورھم یسعیٰ بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علیٰ کل شیئ قدیر۔ ان کی نورانیت ان کے آگے سے اور داہنے سے پیش پیش رہیگی، وہ کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری نورانیت کی تکمیل فرما اور ہم کو بخش دے۔ یقیناً ہر چیز پر تجھے پوری قدرت حاصل ہے۔" زندگی بھر کے نورانی اقوال، افعال، اعمال و

اسرار کا نور ایک جگہ ہوکر ہر ہر مقام پر ان کی رہبری کرتا ہوگا۔ ایک ایک جنتی کا چہرہ چاند سورج، ستاروں کی طرح، علیٰ قدر مراتب درخشاں ہوگا۔

سیدنا علیؓ و سیدتنا فاطمہؓ کی منقبت

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے بینا اهل الجنّة فی الجنّة اذ رأوا ضوءً کضوء الشمس وقد اشرقت الجنان به فیقول اهل الجنّة یا رضوان ماهذا؟ وقد قال ربّنا لا یرون فیها شمسا ولا زمهریرا فیقول لهم رضوان لیس هذا الشمس ولا قمر ولکن علی و فاطمة رضی اللہ تعالی عنهما ضحکا فاشرقت من نور ثغریهما۔ (روح المعانی) اس اثنا میں کہ اہل جنت، جنت میں ہونگے۔ اتنے میں ایک روشنی چمک اٹھیگی جیسی روشنی آفتاب کی ہوتی ہے۔ اور تمام باغہائے جنت اس کی بدولت جگمگا اٹھیں گے۔ یہ دیکھتے ہی اہل جنت دریافت کرنے لگیں گے کہ رضوان! اس روشنی کی حقیقت کیا ہے؟ ہمارے پروردگار تعالی کا ارشاد تو یہ ہے کہ اہل جنت وہاں نہ دھوپ دیکھیں گے اور نہ سردی' تو رضوان ان سے کہیگا کہ یہ روشنی نہ تو آفتاب کی ہے اور نہ چاند کی۔ واقعہ یہ ہے کہ علی و فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہما فرط مسرت سے ہنس پڑے تو ان کے دُرِ دنداں کی روشنی سے خلد بریں کے تمام باغات جگمگا اٹھے ہیں۔"

ہوئی کب ایسی شادی حضرتِ آدمؑ سے تا عیسیٰؑ دلہن ہیں فاطمہ زہراؓ علی مرتضیٰؓ دولھا

وہ ہیں بنتِ نبی زاہد تو یہ مولودِ کعبہ ہیں نبیؐ کے گھر کی بیٹی ہے خدا کے گھر کا ہے بیٹا

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝ اور 76-14

جھک رہیں ان پر اس کی چھائیں اور پست کر رکھے ہیں اس کے گچھے لٹکا کر"

سایۂ جنت سرزمین عرب خصوصاً مکہ مکرمہ کی زمین بے آب و گیاہ ہے۔ مسافر میلوں سفر کرتا ہے تو یہاں سایہ کا نام نہیں۔ اس کے مقابلہ میں اللہ سبحانہ نے جنت میں سایہ کا یہ اہتمام فرمایا کہ اشجار جنت سرسبز و شاداب اور ان کی شاخیں اہل جنت کے لئے جھکی ہوئی پھر یہ درخت صرف سایہ دار ہی نہیں بلکہ اقسام کے میووں اور فواکہات سے لدے ہوئے اور ان کے خوشے اور گچھے اتنے پست کئے ہوئے کہ جنتی جس حال میں ہو نہایت سہولت کے ساتھ ان کو لے سکے اور ان کا استعمال من مانے کرے۔

ثمار جنت حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں:۔ ارض الجنۃ ورق وترابھا مسک واصول شجرھا ذھب وورق وافنانھا اللؤلؤ والزبرجد والورق والثمار بین ذلک فمن اکل قائما لم یوذہ ومن اکل مضطجعا لم یوذہ ومن اکل جالسا لم یوذہ وذللت قطوفھا تذلیلا وفی لفظ ان قام

ارتفعت بقدرہ وان قعد تدلت حتی ینالھا وان اضطجع تدلت حتی ینالھا فذلک تذلیلھا۔ (ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور، ابن المنذر، بیہقی) جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک کی اور اس کے درختوں کی جڑیں سونے اور چاندی کی اور ان کی شاخیں موتی اور زبرجد کی اور پتے اور میوے ان سب کے مجموعہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اب جو کوئی کھڑے کھڑے کھائے تو اس کو کوئی تکلیف نہ ہوگی اور جو لیٹا ہوئے کھائے تو اس کو کوئی اذیت نہ ہوگی اور جو کوئی بیٹھا ہوا کھائے تو کوئی دشواری نہ ہوگی اس کے خوشے اور گچھے (ہر ایک کی مناسبت سے) جھکے پڑے ہونگے" یا بالفاظ دیگر یوں فرمایا کہ جنتی اگر کھڑا ہو وہ درخت اسی مناسبت سے اونچے ہو جائینگے اور اگر کوئی بیٹھ جائے تو اس کی شاخیں اتنی جھک جائیں کہ ان کو بآسانی لے سکے اور اگر لیٹا رہے تو اتنے پست ہو جائیں کہ ان کو بھی بسہولت لے سکے۔ یہ ہے اشجار جنت کے پست ہونے کا بیان "

غلمان جنت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔ یقول غلمان اھل الجنۃ من این نقطف لک من این نسقیک (ابن ابی شیبہ) اہل جنت کی خدمت کیلئے جو بچے متعین ہوں گے وہ ان سے پوچھتے جائیں گے کہ فلاں درخت کے خوشے آپ کے لئے ہم کس طرف سے توڑ لائیں؟ اور فلاں نہر کا شربت یا شراب کس سمت سے بھر کر آپ کو

پلائیں "۔ مطلب یہ کہ جنتیوں کو وہاں کے فواکہ اور مشروبات خود سے لینے کی حاجت بھی نہ ہوگی، وہاں اتنے خادم مامور ہیں کہ ان کے اشارۂ ابرو اور گردش چشم کے منتظر ہیں کہ جو چیز جہاں سے مطلوب ہو اس کو حاضر کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اہل جنت کو پاس کی چیز بھی اپنے ہاتھ سے لینے کی حاجت نہ ہوگی۔ ابرار اخیار کے لئے یہ سایہ اور یہ سہولت چوتھی اور پانچویں نعمت و فضیلت ہے۔

ایک استہزاء کا جواب بعض کوتاہ اندیش ایسے بیانات سنکر از راہ تمسخر کہتے ہیں کہ جی آپ کی تقریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت' معذوروں اور اپاہج لوگوں کی جگہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا جنت پر یقین نہیں' اور اس بنا پر وہ دنیا میں خود اپاہج بنے ہوئے ہیں۔ آخرت کا کوئی کام ان سے نہیں ہوسکتا۔ اور ہوگا کیسے جبکہ دار آخرت پر ان کا ایمان ہی نہیں۔ وہ مقبولان بارگاہ کی قدر و منزلت' ان کی مہمانی' اور ان کے اعزاز و اکرام کو کیا جانیں۔ دار آخرت تو دار الجزاء ہے۔ دار العمل نہیں ہے۔ اگر وہ دار الجزاء میں بھی کام کرنے پر ہی مائل ہیں تو ان کو اپنے زعم باطل پر رہنے دیجئے۔ ایسی غلامانہ ذہنیت کا کوئی علاج نہیں۔ مگر ان کے لئے یہ دشواری ہوگی کہ وہ کوئی ملازمت یا کام چاہیں گے اور اس کے لئے درخواستیں لئے لئے پھریں گے تو ان کی ایک نہ سنی جائے گی کیونکہ آخرت' دار العمل نہیں ہے۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا 76-15

قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ اور لئے پھرتے ہیں ان کے پاس 76-16

برتن چاندی کے اور آبخورے جو ہو رہے ہیں شیشے کے' شیشے ہیں چاندی کے'

ماپ رکھا ہے ان کا ماپ "

ظروف جنت ابرار اخیار کی چھٹی نعمت وفضیلت یہ ہے کہ چاندی کے برتنوں اور آبخوروں کا دوران کے ہاں چلتا رہیگا۔ یہ آبخورے شیشے کے ہوں کے جن کے باہر سے اندر کی چیزیں دکھائی دیتی ہونگی مگر ان کی عجیب خصوصیت یہ ہوگی کہ یہ شیشے بھی چاندی ہی سے بنائے ہوئے ہوں گے۔ اور دوسری خصوصیت یہ ہوگی کہ ہر جنتی کیلئے جو برتن اور آبخورے پیش ہوں گے ان کے اندازہ خورد ونوش کے مطابق ہونگے۔ نہ کم نہ زیادہ۔

ظروف جنت کی صفت حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں:۔ صفاء القواریر فی بیاض الفضۃ قدرت علی قدر ریّ القوم (عبد بن حمید) شیشوں کی صفائی اس درجہ ہوگی کہ وہ چاندی کے سے سپید دکھائی دیتے ہوں گے۔ اور جنتی لوگ جس مقدار و پیمانے کا برتن یا آبخورہ پسند کرتے ہوں گے ان کی پسند کے مطابق ہر چیز تیار ملیگی"

اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ اتوا بها علی قدرهم لا یفضلون شیئا

ولا یشتھون بعد ھا شیئا۔ (فریابی) وہ برتن اور آبخورے جنتیوں کے پاس ان کی پسند کے بموجب لائے جائیں گے۔ نہ کوئی جنتی اس میں سے کھائے پیئے بغیر باقی رہ جائے گا اور نہ کھانے پینے کے بعد ان کی کوئی خواہش باقی رہیگی" اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں:۔ لیست بالملأی التی تخیض ولا ناقصۃ بقدر۔ (ابن ابی شیبہ، ہناد، عبد بن حمید) برتن اور آبخورے نہ تو اتنے بھرے ہوئے ہوں گے کہ ان میں کی مطعومات و مشروبات چھلک کر گرنے لگیں اور نہ کم اور نا تمام رہ جائیں بلکہ ہر چیز سلیقہ کے ساتھ اندازے اور خواہش کے مطابق ہوگی"

جنت کی چاندی کی ایک خصوصیت

حضرت ابن عباسؓ یہ بھی فرماتے ہیں:۔ لواخذت فضۃ من فضۃ الدنیا فضربھا حتی جعلتھا مثل جناح الذباب لم یر الماء من ورائھا ولکن قواریر الجنۃ ببیاض الفضۃ فی صفاء القواریر۔ (عبدالرزاق، سعید بن منصور، بیہقی) اگر تم دنیا کی چاندی کا ایک ٹکڑا لے لو اور اس کو اتنا ٹھوکو پیٹو کہ مکھی کے پر کی طرح باریک رقیق ہو جائے (جیسے چاندی کا ورق ہوتا ہے) اور اس کا آبخورہ یا گلاس بنا کر اس میں پانی ڈالو تو پانی اس کے باہر سے دکھائی نہ دیگا۔ لیکن جنت کے شیشے جو جنتی چاندی سے بنے ہوئے ہوں گے ان میں چاندی کی سپیدی اور شیشے کی صفائی اور شفافیت اس درجے

ہو گی کہ اس کے برتن میں جو چیز بھی ڈالو باہر سے نظر آتی ہو گی۔"

شیشۂ جنت کی حقیقت حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا:۔ لیس فی الجنۃ شیئ الا قد اعطیتم فی الدنیا شبھہ الا قواریر من فضۃ (ابن ابی حاتم)
جنت کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کی مشابہ اور مماثل چیز تم کو دنیا میں نہ دی گئی ہو سوائے چاندی کے آبگینوں کے۔" کہ جنت میں چاندی کے شیشے ہیں جن کے اندر کی چیز باہر سے صاف نظر آتی ہے۔ دنیا میں ایسی چاندی اور ایسے آبگینے نہیں دئے گئے۔ دنیا میں جو آبگینے ہیں ان میں سے بھی اندرونی چیز باہر سے نظر آتی ہے مگر وہ کانچ یا بلوریا پتھر سے بنے ہیں۔ چاندی سے نہیں بنے۔ اور اگر دنیا میں چاندی ہے تو وہ شفاف نہیں ہے۔ شفاف چاندی صرف جنت کی خصوصیت ہے۔ بہرحال ابرار اخیار کے پاس جنت کی چاندی کے برتن اور آبخورے گردش کھاتے رہیں گے اور ان کا دور چلتا رہیگا۔ جب برتن کی یہ صفت ہے جو ظرف ہے' تو خیال کرو کہ اس کے اندر کا مظروف یعنی کھانا' پینا کیا ہو گا؟

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ۚ عَيْنًا فِيهَا 76-17
تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ۝ اور اُن کو وہاں پلاتے ہیں پیالے جس کی ملونی ہے سونٹھ' 76-18
ایک چشمہ ہے اس میں' اس کا نام کہتے ہیں سلسبیل۔"

شراب جنت چھٹی نعمت جو ابرار اخیار کے لئے جنت میں مہیا کی گئی ہے وہ جام شراب ہے جس کی ملونی یہاں کی سونٹھ کی سی ہوگی۔ مگر وہ یہی سونٹ نہیں جو دنیا میں استعمال کی جاتی ہے بلکہ وہ ایک نہایت لذیذ، خوشبودار، مرغوب طبع، سہولت سے فرو ئے حلق ہونے والی ہوگی۔ جس کے افعال و خواص جنتیوں کے مزاج سے پوری مناسبت رکھنے والے ہوں گے۔ اس سے پیشتر ایک مشروبہ کا بیان ہوا تھا:۔ یشربون من کاس کان مزاجھا کافوراً۔ ابرار پیتے رہیں گے ایک جام جس میں ملونی کافور کی ہوگی" یہ دوسرا مشروبہ ہے جس میں سونٹھ کی سی ملونی ہوگی۔ کافور ٹھنڈا، مفرح، سپید تھا۔ جو گرم مزاج لوگوں کے مناسب حال تھا۔ چونکہ وہ باہر سے جنت میں آئے تھے اور اس طرح آنے والوں پر گرمی کا غلبہ رہتا ہے اس لئے کافوری ملونی مشروبہ مہیا کیا گیا تھا تاکہ آنے والوں کو خنکی حاصل ہو۔ اور یہ دوسرا مشروبہ جنت میں رہنے والوں کے لئے مہیا کیا گیا ہے جس کی خاصیت گرم، ہاضم، مصلح طعام و معدہ اور جس کا رنگ خاکی ہوتا ہے تاکہ کثرت قیام سے طبیعت میں جو برودت پیدا ہوئی ہے وہ سونٹ کی حرارت سے دفع ہوجائے۔ یا یہ کہ اوقات جنت کے لحاظ سے کبھی ٹھنڈا اور کبھی گرم مشروبہ دیا جاتا رہیگا۔ جیسا کہ دنیا میں کبھی قہوہ اور چائے، اور کبھی لیمن، برف و آئسکریم وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے۔

عرب لوگ سونٹھ کا استعمال زیادہ کرتے ہیں اور اس کو اپنے کھانوں اور مشروبات میں شریک کرتے ہیں اور یہ چیز ان کی پسندیدہ اور مرغوب طبع ہے۔ انکی پسند کے مطابق جنت میں بھی اس کا وعدہ دیا گیا۔ مگر کجا دنیا کی سونٹھ اور کجا جنتی زنجبیل۔ صورت ملتی ہوئی اور ذائقہ، خوشبو اور افعال و خواص کے اعتبار سے نہایت ارفع و اعلیٰ جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کے کان اس سے آشنا ہوئے اور نہ کبھی اس کا تصور بھی آسکا کہ ایسی بھی سونٹھ ہوتی ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں:۔ یأثرلهم ما كانوا يشربون فى الدنيا فيجئ اليهم بذلك (عبد بن حمید) وہ دنیا میں جس چیز کو پیا کرتے تھے اس کو ان کی طبیعت چاہیگی تو ان کی پسند کے مطابق وہ چیز ان کے ہاں حاضر ہو جائے گی۔"

شراب کافور کے بیان میں یشربون ارشاد ہوا تھا جس کا عام مفہوم یہ ہے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے لے کر پیتے رہیں گے۔ جیسا کہ ایسی مذکورہ حالت کا اقتضاء ہے۔ اور یہاں یُسقون ارشاد ہو رہا ہے یعنی ان کو پلایا جائیگا۔" جس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ ملائکہ کرام ان کے ساقی ہوں گے اور فرشتے شراب زنجبیل کے جام لالا کر پیش کرتے ہوں گے۔ یہ اس حالت قیام کا اقتضاء ہے اور یشربون کے مقابل یُسقون میں جو فضیلت اور شان ہے وہ ظاہر ہے۔

شراب زنجبیل شراب زنجبیل کا بھی ایک چشمہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہو رہا ہے:۔
عَیۡنًا فِیۡہَا تُسَمّٰی سَلۡسَبِیۡلًا۔ جنت میں شراب زنجبیل کا بھی ایک چشمہ رواں ہے جس کا نام ہے سلسبیل "۔ حضرت مجاہدؓ سلسبیل کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔ ھی حدیدۃ الجریۃ۔ (سعید بن منصور، ہناد، بیہقی، عبدالرزاق، ابن المنذر، عبد بن حمید) وہ تیزی سے بہتا ہے "۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ اربع عیون فی الجنۃ عینان تجریان من تحت العرش احداھما التی ذکر اللہ یفجرونھا تفجیرا، والاخری الزنجبیل و عینان نضاختان من فوق احداھما التی ذکر اللہ سلسبیلا والاخری التسنیم (حکیم ترمذی) جنت میں چار چشمے ہیں۔ جن میں سے دو تو عرش کے نیچے سے بہتے ہیں۔ ان ہی کا ایک چشمہ وہ ہے جس کا بیان اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس کو بہا لیجائیں گے جہاں چاہیں۔ دوسرا چشمہ زنجبیل، اور دو چشمے عرش اعظم کے اوپر سے اچھلتے اور ابلتے ہوں گے۔ ان ہی سے ایک سلسبیل ہے جس کا اللہ سبحانہ نے یہاں بیان فرمایا ہے اور دوسرا چشمہ تسنیم ہے "۔ جس کا بیان المطففین کی تفسیر میں ان شاء اللہ آئیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زنجبیل اور سلسبیل دو علیحدہ علیحدہ چشمے ہیں۔ واللہ اعلم۔

جنتی چیزوں کا امتیاز حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ ما ذکر اللہ فی القرآن

بما فی الجنۃ وسماہ لیس لہ فی الدنیا مثل (مظہری) اللہ سبحانہ نے جن جن چیزوں کے نام لیکر ان کا بیان قرآن کریم میں فرمایا کہ یہ یہ چیزیں جنت میں ہونگی۔ ان جیسی ایک چیز بھی دنیا میں نہیں مل سکتی۔" مثلاً کافور، زنجبیل، وغیرہ کا بیان یہاں فرمایا گیا ہے کہ ان کی ملونی دی ہوئی شراب جنت میں پلائی جائیگی۔ دنیا میں نہ وہ کافور مل سکتا ہے اور نہ وہ زنجبیل۔

مقربین اور ابرار کا فرق و امتیاز

حضرت قتادہ فرماتے ہیں:۔ یشربھا المقربون صرفا ویمزج لسائر اھل الجنۃ۔ (مظہری) شراب زنجبیل جو مقربین کو پلائی جائیگی وہ خالص شراب زنجبیل ہی ہوگی۔ اور (ابرار وغیرہ) دوسرے تمام جنتیوں کو صرف اس کی ملونی دی ہوئی شراب پلائی جائیگی۔" اس سے معلوم ہوا کہ مقربان بارگاہ صمدیت کی شان، ابرار اخیار کے مقابلہ میں کچھ اور ہی ہے۔ یہ بھی آیا ہے کہ عین سلسبیل کی نہریں بھی اہل جنت اپنے قصور و محلات میں اور جہاں چاہیں لیجاتے رہیں گے۔ جیسا کہ عین کافور کے بیان میں گزرچکا ہے۔ چنانچہ حضرت مقاتل فرماتے ہیں:۔ عین یتسلسل علیھم ماؤھا فی مجالسھم کیف شاءوا۔ (روح المعانی) "سلسبیل" ایک چشمہ ہے جس کا پانی جنتیوں کے اجلاس پر وہ جیسا چاہیں مسلسل بہتا رہتا ہے۔" گویا اسی تسلسل کے مدنظر اس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝ 76-19

اور پھرتے ہیں ان کے پاس لڑکے سدا رہنے والے جب آپ انکو دیکھیں تو خیال کریں کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے۔"

جنتی خدمتگار ساتویں نعمت جو ابرار کو جنت میں میسر ہوگی وہ ان کی خدمت کے لئے متعین کئے ہوئے بچے ہیں۔ یہ اس لئے کہ جوانوں کے مقابلہ میں بچے کام کاج کے سلسلے میں پھرتی کے ساتھ دوڑ دوڑ کر خوش خوش پھرتے رہتے ہیں اور کام کرنے سے تھکتے نہیں اور نہ جی چراتے۔ نیز بچے اس لئے متعین کئے گئے ہیں کہ میاں بی بی کے درمیان جو حالات درپیش ہوتے ہیں ان سے یہ بے خبر ہوتے ہیں۔ اس طرح رازداری بھی قائم ہے۔ پھر ان کی صفت ہے مُخَلَّدُونَ۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ کتنا ہی عرصہ گزرے یہ جوان نہیں ہوتے اور نہ بوڑھے ہوتے ہیں بلکہ ان کا بچپن ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ بچے ہی ہمیشہ خدمت کرتے رہیں گے۔ اہل جنت کو ان کی خدمت گزاری سے کبھی بھی محروم نہیں کیا جائے گا۔ جو جس کی خدمت کے لئے ایک دفعہ متعین کر دیا گیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تعینات رہا۔ کیونکہ نعیم جنت کو کبھی زوال نہیں۔

جنتی خدام کی خصوصیات پھر ان میں یہ خوبی کہ وہ بچے نہایت بانکے، خوب صورت، خوب سیرت۔ بد صورتی یا بد خلقی ان میں نام کو نہیں۔ پھر یہ خوبی بھی اس درجہ کہ پہلی دفعہ ان پر نظر پڑے تو ایسا دکھائی دے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ بینا المؤمن علی فراشہ اذا بصر شیئا یسیر نحوہ فجعل یقول لؤلؤ فاذا ولدان مخلدون کما وصفھم اللہ۔ (عبد بن حمید) ایماندار بندہ جنت میں اپنے بستر پر ہوگا اتنے میں اس کو دکھائی دیگا کہ کوئی چیز اس کی طرف آرہی ہے وہ کہنے لگیگا یہ کوئی قیمتی موتی ہیں۔ پھر کیا دیکھتا ہے کہ اللہ سبحانہ نے جن بچوں کا وعدہ فرمایا تھا وہ ہمیشہ رہنے والے بچے چلے آرہے ہیں" اب غور کیجئے کہ اس کی مسرت و شادمانی کا کیا عالم ہوگا؟ اور کس درجہ فرط خوشی سے پھولوں نہ سماتا ہوگا؟۔

حضور اکرمؐ کی خصوصیات حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ انا اولھم خروجا اذا خرجوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا مستشفعھم اذا جلسوا وانا مبشرھم اذا ایسوا الکرامۃ والمفاتیح بیدی ولواء الحمد بیدی وآدم ومن دونہ تحت لوائی ولا فخر یطوف علیھم الف خادم کانھم بیض مکنون او در منثور۔ (ابن مردویہ) میں ان تمام لوگوں میں سب سے پہلا

ہوں گا جبکہ وہ قبروں سے نکلیں گے، اور میں ہی ان کا سردار ہوں گا جب کہ وہ دربار الٰہی میں حاضر ہوں گے، اور میں ہی ان سب کا ترجمان ہوں گا جب کہ وہ سب خاموش رہیں گے، اور میں ہی ان تماموں کی شفاعت کی درخواست کرونگا جبکہ وہ سب بیٹھے ہوں گے، اور میں ہی ان کو خوش خبری سناؤں گا جبکہ وہ اپنی ہار مان لیں گے، سیادت و بزرگی اور تمام کنجیاں میرے ہاتھ ہوں گی، حمد الٰہی کا عَلَم میرے ہاتھ میں ہوگا، آدم اور ان کی تمام اولاد میرے عَلَم کے تحت ہوگی، اور یہ کچھ فخریہ نہیں کہتا ہوں (بلکہ بطور شکر کہہ رہا ہوں) ایک ایک جنتی کے ہاں، ہزار ہزار خادم چکر کاٹتے ہوں گے، جو ایسے معلوم ہوتے ہوں گے کہ وہ خوشنما انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی "۔

ادنیٰ جنتی کی شان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:۔

ان ادنیٰ اھل الجنۃ من یسعیٰ علیہ الف خادم کل واحد علی عمل لیس علیہ صاحبہ۔ (ابن مبارک، ہناد، عبد بن حمید، بیہقی) یقین جانو کہ ایک ایک معمولی جنتی کے ہاں ایک ایک ہزار خادم تعینات ہوں گے جن میں کا ہر ایک شخص ایک ایک جداگانہ کام پر مامور ہوگا کہ اس کام پر اس کا ساتھی متعین نہ ہوگا"۔ یہ تمام خادم بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ہوں گے جو بیان فرمایا گیا ہے اس کا مطلب

یہ ہے کہ موتی جس وقت صدف (سیپی) سے تازہ تازہ نکال کر بکھیر دیا جاتا ہے ابھی اس کو کسی کا ہاتھ لگنے نہیں پایا اور نہ اس میں سوراخ کرنے کی نوبت آئی تو جیسی رونق اور خوب صورتی ان موتیوں میں ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح حسن و خوبی ان خادموں میں دکھائی دیتی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے موتیوں کو دُرِ ناسفتہ اور دُرِ یتیم کہتے ہیں جس کا جواب نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ ہر خادم اپنے بانکپن اور حسن و جمال میں اپنی آپ نظیر ہوگا۔ غور کیجئے کہ خادم کا وصف یہ ہے تو مخدوم کی شان کیا ہوگی؟ سبحان اللہ وبحمدہ۔ بعض روایات میں پانچہزار اور دس ہزار کی تعداد بھی آئی ہے۔ واللہ اعلم۔

دنیا اہل دنیا کے لئے اور آخرت ہمارے لئے

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں:۔ دخل عمر بن الخطاب رض علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو راقد علی حصیر من جرید فاثر فی جنبہ فبکی عمر فقال ما یبکیک قال ذکرت کسری وملکہ وھرمز وملکہ وصاحب الحبشۃ وملکہ وانت رسول اللہ علی حصیر من جرید فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان لھم الدنیا ولنا الآخرۃ (ابن المنذر) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں

حاضر ہوئے جبکہ آپ کھجور کے پتوں کی چٹائی پر آرام فرما رہے تھے اور اس کے نشان آپ پر دکھائی دے رہے تھے۔ یہ حالت دیکھتے ہی حضرت عمرؓ سے رہا نہ گیا وہ فوراً رو دئے۔ حضور اکرمؐ نے سبب دریافت فرمایا کہ کیا چیز تم کو رُلا رہی ہے۔ فاروق اعظم نے عرض کیا کہ مجھے کسریٰ اور اس کی شان و شوکت یاد آگئی، نیز ہرمز اور اس کی سلطنت اور شاہ حبشہ اور اس کی مملکت (کہ وہ کس لطف سے زندگی کے مزے اُڑا رہے ہیں) اور حضور اللہ کے رسول (بلکہ سید المرسلین) ہوتے ہوئے کھجور کے پتوں کی چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ اس پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (رونے کی کیا بات ہے؟) کیا تمہیں پسند نہیں کہ ان کے لئے صرف (دو روزہ) دنیا ہو اور ہمارے لئے "آخرت" جس کا لطف ابدالآباد برقرار رہنے والا ہے۔

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ اور جب آپ دیکھیں وہاں تو دیکھیں نعمت اور سلطنت بڑی" 76-20

جنت قابل دید مقام ہے مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے جنت دیکھی نہیں ہے اگر دیکھتے تو دنیا و ما فیہا ان کی نظر میں ہیچ معلوم ہوتی۔ اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ اے مخاطب! جب تو اس کو دیکھیگا اور جس طرف جس حصۂ جنت کو بھی دیکھیگا تو بیشمار نعمتیں دیکھنے میں آئینگی جو خارج از بیان ہیں۔ وہاں کی ہر چیز نعمت ہی نعمت

نظر آئیگی۔ دلوں کو لبھانیوالی جسکی دلکشی کبھی ختم ہونے والی نہیں اور نہ وہ نعمت فنا ہونے والی ہے گویا ایک سلطنت عظمیٰ ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں۔ دنیا ایک تنگ و تاریک مصائب و آلام سے بھرا ہوا مقام ہے۔ دیکھو جن کو بڑی سی بڑی سلطنت ملی ہے وہ کیسے رنج و غم اور اقسام کی فکروں میں مبتلا ہیں۔ صبح سے شام اور شام سے صبح تک طرح طرح کے افکار میں چور ہیں۔ پھر تمام دنیا میں ایسی سلطنت والے کتنے ہیں۔ معدودے چند۔ اور ان کی بدحالی کا یہ عالم ہے کہ کچھ اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ مملکت جنت کا حال اس مبارک ہستی حضرت ختم المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سے دریافت کیجئے جنھوں نے معراج میں برای العین اس کا مشاہدہ فرمایا۔

اہل جنت کی سواری حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ ان ادنیٰ اھل الجنّۃ منزلۃ الذی یرکب فی الف الف من خدمہ من الولدان المخلدین علی خیل من یاقوت احمر لھا اجنحۃ من ذھب (ابن وہب) سب سے ادنیٰ درجہ کے جنتی کی منزلت یہ ہوگی کہ اس کی سواری کے جلو میں اس کے دس لاکھ خادم ہوں گے۔ ہمیشہ قائم رہنے والے بچوں میں سے۔ وہ جنتی لعل سُرخ کے گھوڑے پر سوار ہوگا جس کے بازو زرِ سُرخ کے

ہوں گے ‘‘ اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ادنیٰ اھل الجنۃ منزلۃ لمن ینظر الی جنانہ وازواجہ وخدمہ وسررہ مسیرۃ الف سنۃ وفی روایۃ مسیرۃ الفی عام یری اقصاہ کما یری ادناہ۔ (مظہری) معمولی درجہ کے جنتی کی شان یہ ہوگی کہ وہ اپنے باغات بی بیاں، خدام اور بیٹھنے کے تخت، ایک ہزار سال کی مسافت تک، اور ایک روایت کی بموجب دو ہزار سال کی مسافت تک (پھیلے ہوئے) دیکھتا ہوگا۔ اور (جنت کی زمین ایسی مسطح، صاف و ہموار ہوگی یا جنتی کی نظر ایسی دوربین ہوگی کہ) جس طرح نزدیک کی یہ چیزیں کھلی طور پر دکھائی دیتی ہیں، اون کی انتہائی مسافت کی چیزیں بھی ٹھیک اسی طرح صاف صاف نظر آتی ہونگی ‘‘

نعیما وملکا کبیرا کی تفسیر یہ صرف جنتی کی سلطنت اور مملکت کا پھیلاؤ اور اس کی وسعت ہے۔ اس طویل و عریض مملکت میں جو نعمتیں ہوں گی ان کا بیان کوئی کیا کر سکے۔ اسی وجہ سے اللہ سبحانہ تعالیٰ نعیماً بطور نکرہ کہہ کر وہاں کی بے حد و حساب نعمتوں کی جانب اشارہ فرمایا۔ نیز ملکاً کبیراً بھی بصیغۂ تنکیر فرما کر جنتی کے اقتدار اعلیٰ کو ظاہر فرمایا کہ جنتی اس وسیع مملکت میں جیسا چاہے تصرف کر سکتا ہے اور جس چیز کو چاہے وہ آن کی آن میں اس کو من مانے طور پر اپنے ہاں حاضر اور موجود

پا سکتا ہے۔ اہل دنیا کی پادشاہت کو اس کے ساتھ کچھ بھی مناسبت و مماثلت نہیں۔ اس لئے کہ دنیا کے پادشاہاں اپنی سلطنت و حکمرانی کا جو نقشہ بنانا چاہتے ہیں اس کی حیثیت ایک پریشان خواب سے زیادہ نہیں جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اس کے مقابل معمولی جنتی کی حکمرانی کا یہ حال ہے کہ گویا اس کو تکوین و مشیت کی شاہی سرفراز فرمائی گئی۔ وہ جو چاہتا ہے چشم زدن میں ہو کر رہتا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ دنیا میں اس نیک بندے نے اپنے ارادہ و مشیت کو ارادت و مشیت الٰہی کا تابع بنا دیا تھا تو آخرت میں بندے کی ارادت و مشیت کو کارفرما بنا دیا گیا سبحان اللہ۔

استیذان ملائکہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں:۔ ھو استئذان الملائکۃ لا تدخل علیھم الا بالاذن۔ (عبد بن حمید، ابن جریر، بیہقی) ملک کبیر سے فرشتوں کا جنتی سے اجازت دخول طلب کرنا مراد ہے کہ کوئی فرشتہ کسی ادنیٰ جنتی کی وسیع و عریض مملکت میں اس کی اجازت بغیر قدم نہ رکھ سکیگا" اس میں یہ اشارہ ہے کہ اقتدار اعلیٰ وہاں اہل جنت کا ہوگا جہاں فرشتے بھی داخلہ کی اجازت کے محتاج ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ جو بنایا گیا تھا اس کی اصلی صورت یہاں نمایاں ہوگی۔

اہلِ جنت کا اعزاز بعض مفسرین کرام نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے :۔

ملک لایزول ویسلم علیھم الملائکۃ ویستاذنھم فی الدخول ولھم فیھا ما یشاؤن ویرون الرب الجلیل۔ "ملک کبیر" سے مراد ایسی حکومت ہے جس کو کبھی زوال نہیں۔ فرشتگانِ رحمت سلام کے لیئے آتے رہیں گے اور اجازت داخلہ کے خواستگار ہوں گے۔ نیز اہل جنت کو وہ سب کچھ حاصل ہوگا جو وہ چاہتے ہوں گے۔ پھر ان تمام اعزازات سے بڑھ کر وہ نعمت عظمٰی میسر رہیگی جس سے بڑی نعمت اور کوئی متصور نہیں ہو سکتی کہ اہل جنت کو رب جلیل کا لطف دیدار حاصل ہوگا۔" یہ جزا ہے ایمان بالغیب کی جس پر وہ زندگی بھر قائم تھے۔ جس کی تعلیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی۔ اور جو قرآن کریم کا درسِ اول تھا :۔ یؤمنون بالغیب :۔

محمدؐ ! از تو می خواہم خدا را خدایا ! از تو می خواہم محمدؐ

عٰلِیَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ 76-21

اوپر کی پوشاک ان کی کپڑے ہیں باریک ریشم کے سبز اور گاڑھے اور ان کو پہنائے جائیں گے کنگن چاندی کے، اور پلائے گا ان کا پروردگار شراب جو پاک کرے (دل کو)"۔

اہلِ جنت کا لباس آٹھویں نعمت جو ابرار اخیار کے لئے جنت میں مہیا کی گئی ہے وہ ریشمی لباس سبز رنگ کا ہوگا۔ باریک اور مہین ریشم کا بھی اور گاڑھے دبیز ریشم کا بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع فرمانے کی بنا پر مسلمان مردوں نے دنیا میں اس کو نہیں پہنا تھا اور مدۃ العمر اس سے بچتے رہے مگر ظاہر ہے کہ طبع انسانی ایسے اعلیٰ وارفع لباس کی خواہشمند ضرور رہتی ہے۔ ان کے اس شوق و آرزو کی تکمیل اللہ سبحانہ نے اپنے لطف و کرم سے اس طرح فرمادی کہ مسلمان جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کو ہر قسم کا ریشم مہین و دبیز پہنایا جائیگا۔ اور سبز رنگ کا شاید اسلئے کہ وہاں کی یہ بہار ہمیشہ سرسبز ہوگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ گویا اس کے سدا بہار ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اس باب میں جو احادیث شریفہ آئی ہیں تفسیر ہذا میں موقع بموقع ان کو عرض کیا جاچکا ہے۔ یہاں اعادہ غیر ضروری ہے۔

اہلِ جنت کے شامیانے بعض مفسرین کرام نے عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ سے مہین و دبیز ریشم کے شامیانے اور خیمے مراد لئے ہیں یعنی اہل جنت کے اعزاز میں جو شامیانے اور خیمے نصب کئے جائیں گے وہ مہین و دبیز سبز ریشم کے ہوں گے۔ اس تفسیر کی رو سے بظاہر یہ اشارہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ جب اہل جنت کے شامیانے اور خیمے ایسے اعلیٰ درجہ کے ہوں گے تو اندازہ کیجئے کہ ان کا

لباس جس کو وہ زیب تن کرتے ہوں گے اس کی کیا شان ہوگی؟

اہلِ جنت کا زیور نویں نعمت جو ابرار و اخیار کو میسر ہوگی اس کو اس طرح بیان فرمایا جا رہا ہے۔ وَحُلُّوٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ۔ اور ان کو چاندی کے کنگھن پہنائے جائیں گے۔" دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ اگر غلام یا ملازم آقا کی مرضی کے مطابق کام کرتا اور وقت پر اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کرتا ہے تو آقا اسکی وفاداری اور حسن کارگزاری کو دیکھ کر اس کو کنگھن پہناتا ہے جو کہ ایک خاص اعزاز ہے۔ اللہ سبحانہ اپنے وفادار بندوں کی یہ عزت افزائی فرمائے گا کہ ان کو جنتی چاندی کے کنگھن پہنائے جائیں گے۔ جنتی چاندی کی صفت اوپر بیان کی جاچکی ہے کہ وہ شیشے کی طرح صاف و شفاف ہوگی جس سے اہل جنت کی خوبصورتی دو بالا ہوگی۔

ایک شبہہ کا ازالہ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ سونے کے مقابلے میں چاندی کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ پھر چاندی کے کنگھن پہنانے سے جنتیوں کی شان کیا بڑھیگی؟ اس لئے کہ جو امتیاز بطور اعزاز حاصل ہوتا ہے اس میں قیمت و مالیت نہیں دیکھی جاتی۔ دنیا میں نمایاں کام کرنے والوں کو تمغۂ امتیاز دیا جاتا ہے وہ صرف ان کی عظمت و شان کے اظہار کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ سونے چاندی کا ہو یا پیتل یا اور کسی دھات کا۔ تمغہ یافتہ ہونا خود ایک اعزاز ہے۔ اسی طرح

کسی کو سند دیجاتی ہے جو ایک معمولی کاغذ پر لکھی ہوئی ہوتی ہے مگر غیر سند یافتہ کے مقابلے میں وہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ چاندی جنت کی ہے۔ کیا معلوم ہے کہ وہاں سونے کے مقابلے میں چاندی ہی کی قدر و قیمت زیادہ ہو تیسرا جواب یہ ہے کہ چاندی کے مقابلے میں سونے کی قدر و قیمت زیادہ ہی سہی قرآن کریم میں دوسری جگہ سونے کے کنگن پہنائے جانے کا وعدہ بھی دیا گیا ہے ارشاد ہے :۔ یحلون فیھا اساور من ذھب ولؤلؤا۔ اہل جنت کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ چاندی سونے کے علاوہ موتی بھی پہنائے جائیں گے ۔ خلاصہ یہ ہوا کہ کبھی چاندی کے اور کبھی سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے یا یہ کہ دونوں ملاکر اور کبھی اس پر موتیوں کا اضافہ کر کے زیور پہنایا جائے گا۔

سقاھم ربھم کی تفسیر دسویں نعمت ابرار و اخیار کے لئے شراب طہور ہو گی جس کے پلانے کا انتظام خود رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ فرمائے گا۔ شراب کافور کے بیان میں یشربون ارشاد ہوا تھا جس کا بظاہر یہ مطلب ہوتا ہے کہ اہل جنت اس کو اپنے ہاتھ سے لیکر پیتے رہیں گے ۔ اس سے اہل جنت کی ملکیت اور اقتدار بتانا مقصود تھا کہ اس کو وہ جب چاہیں جہاں سے چاہیں جتنی چاہیں اپنے

اختیار سے لیکر استعمال کریں گے کسی کی اجازت کی محتاجی نہ ہوگی۔ اس کے بعد شراب سلسبیل کے سلسلہ میں یُسْقَوْنَ فرمایا گیا۔ یہاں اہل جنت کے اعزاز و احترام کا اظہار مقصود ہے کہ وہ جب پینا چاہیں اس کے جام فرشتگان رحمت کے ذریعہ حاضر کئے جائیں گے۔ یہاں اہل جنت کی شان محبوبیت کو نمایاں کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہو رہا ہے۔ وسقاھم ربھم۔ "اور ان کا پروردگار ان کو پلائے گا" جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کا توسط اس میں نہ رہیگا۔ سبحان اللہ! غور کیجئے کہ یہ اعزاز کیا شان رکھتا ہے؟

شراب طہور کی تاثیر حضرت ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں:۔ عرق یفیض عن اعراضھم مثل ریح المسك۔ (ہناد عبد بن حمید ابن المنذر) اہل جنت کے بدن بلکہ ہر بن مو سے پسینہ جاری ہوگا جس سے مشک کی بو مہکتی ہوگی۔"

شراب طہور کی وجہ تسمیہ پانی کے باب میں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:۔ وانزلنا من السماء ماء طھورا۔ "اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا جو پاک کرنے والا ہے" پانی سے ظاہر ہے کہ بیرونی طہارت و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اور شراب طہور جو اہل جنت کو وہاں پلائی جائیگی اس سے قلوب پاک ہوں گے۔ بغض و حسد کینہ و کدورت وغیرہ امراض باطنی جس میں انسان گرفتار رہتا ہے۔ اس شراب طہور کی بدولت

ان سے خلاصی نصیب ہوگی جیسا کہ اللہ پاک نے دوسری جگہ فرمایا:۔ ونزعنا مافی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین۔ اور ان کے سینوں اور دلوں میں جو کھوٹ تھا ہم نے اس کو نکال دیا۔ اب وہ بھائی بھائی بنے ہوئے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے خوش خوش رہیں گے۔ یہ ہے شراب طہور کی خاصیت جس کی وجہ سے اس کا نام شراب طہور رکھا گیا ہے کہ باہمی تمام کدورتیں دور ہو جائینگی اور محبت و میل ملاپ پیدا ہو کر لطف میں اضافہ ہوتا رہیگا۔ واللہ اعلم۔

شراب طہور اور دیدار الٰہی یہ شراب طہور جب اللہ سبحانہ سے بغیر واسطہ کسی فرشتے کے راست عنایت ہوگی تو اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس ضمن میں اہل جنت کو دیدار الٰہی بھی نصیب ہوگا۔ جس کی برابری جنت کی اور کوئی نعمت نہیں کر سکتی۔ اور ہر بندہ مومن کی یہی آخری تمنا ہے۔ اللھم ارزقنا حسن النظر الی وجھک الکریم و انت راض عنا غیر ساخط علینا۔ آمین یارب العالمین بجاہ نبیک الکریم سیدنا محمد و آلہ الاطہار و اصحابہ الکبار۔ الٰہی! ہم سب کو اپنا با عزت دیدار نصیب فرمائیے درحالیکہ آپ ہم سے راضی و خوشنود رہیں۔ اور ہم سے کبھی ناراض نہ ہوں، اے رب العالمین! ہماری یہ دعا قبول فرمائیے۔ واسطہ اپنے نبی کریم سردار دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا، اور واسطہ آپ کی آل اطہار اور اصحاب کبار کا۔"

چنانچہ آئندہ ارشاد میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ ارشاد ہے:۔ 76-22

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ع "یہ ہے

تمہارا بدلہ اور کمائی تمہاری ٹھکانے لگی"۔

ابرار سے خطاب الٰہی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہاں قول مقدر و مضمر

ہے لہٰذا معنی یوں ہوں گے:۔ یقال لھم بعد دخولھم الجنۃ ومشاھدتھم

ما اعدّ لھم ان ھذا الخ۔ ابرار اخیار جب جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں

جو جو تیاریاں ان کے لئے کی گئی ہیں ان کا مشاہدہ کریں گے تو ان سے یوں کہا

جائیگا کہ یہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو تمہارے کئے ہوئے اعمال صالحہ کا بدلہ ہے جو روز

ازل سے علم الٰہی میں تھا اور تمہارے لئے مقرر ہو چکا تھا اور تمہاری یہ سعی اور

دوڑ دھوپ ان کاموں کے انجام دینے کیلئے جو دنیا میں رہی یہ بھی ازل ہی سے

تمہارے نصیب میں لکھی ہوئی تھی جو قبولیت اور پسندیدگی کی مستحق ٹھہری اور ٹھکانے

لگی"۔ ایسا کہنے والے یا تو ملائکہ کرام ہوں گے جو حکم الٰہی سے یہ پیام دیں گے۔ یا

یہ کہ خود اللہ سبحانہ تعالیٰ مخاطب فرمائیں گے۔ اور یہی قرین قیاس ہے اسلئے کہ

جب ان بزرگواروں کو جنت میں دیدار الٰہی حاصل ہوگا تو حق سبحانہ تعالیٰ کی مخاطبت

اس قدر دانی کے ساتھ ہوگی۔

سعی قلیل اور اجر جزیل

حضرت قتادہؓ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :—
لقد شکر اللہ سعیًا قلیلاً۔ (عبدالرزاق، ابن المنذر) اللہ سبحانہ تعالیٰ کی یہ عظیم الشان قدردانی، ایک قلیل، صغیر، حقیر، سعی کی بابتہ ہے" جو حیات دنیا کی مختصر سی مدت میں ابرار اخیار کی طرف سے جاری رہی۔ قلیل اس اعتبار سے کہ دنیا اور اس کی زندگی و متاع کی بابتہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے :—
ومامتاع الحیاۃ الدنیا فی الآخرۃ الاّ قلیل۔ دنیوی زندگی کا چندروزہ سرمایہ آخرت کی ابدالآباد زندگی اور وہاں کے تمتعات و تنعمات کے مقابلہ میں قلیل سے قلیل تر ہے" یہ گیارھویں نعمت ہے جو ابرار اخیار کو جنت میں نصیب ہوگی جب مالک الملک جل جلالہٗ کی طرف سے بندے کو یہ پیام بالواسطہ یا بلاواسطہ دیا جائے تو اس کی مسرت و شادمانی کا کیا ٹھکانہ۔ اللہ اللہ! یہ کتنی خوش نصیبی اور کیسی قدردانی ہے کہ ابرار کی کوئی نیکی ضائع نہ ہونے پائی اور یہ درجہ قبول حاصل کر سکی۔ اس خطاب کریم سے ابرار کی مسرتوں میں اضافہ ہوگا جیسا کہ کسی مجرم سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرے کرتوت کی سزا ہے جس سے اس کی تکلیف و رنج میں اضافہ ہوتا ہے۔

عرض فقیر

برادران اسلام! احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ انسان جب کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ ابرار کے درجہ سے گر جاتا ہے۔ یہ مضمون دراصل اس

آیۂ کریمہ سے ماخوذ ہے:۔ ان تجتنبوا کبآئر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم وندخلکم مدخلا کریما۔ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو جن سے تم کو منع کیا جا رہا ہے تو ہم تمھاری چھوٹی چھوٹی برائیوں کا کفّارہ کرتے اور ان کو چھپاتے رہیں گے اور تم کو باعزت مقام (جنت) میں داخل کریں گے"۔ اگر کسی سے کوئی گناہِ کبیرہ صادر بھی ہو جائے تو اس کو فوراً اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرنا چاہیے تاکہ اس کا اصلی مقام برقرار رہے اور ابرار میں اس کا شمار قائم رہے۔ اس میں غفلت نہ ہونے پائے۔ ابرار اخیار کا ادنیٰ فریضہ یہ ہے کہ وہ ہر حال میں راضی برضا رہیں جبھی تو ان سے کان سعیکم مشکورا کا خطاب جلیل ہوگا۔

ابرار اخیار کے لیے جنت نعیم میں جو تیاریاں اوپر بیان ہوئیں ان کی نسبت ایک روایت یہ ہے کہ یہ اہلِ بیت کرام علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کے باب میں ہیں۔ اس بنا پر مفسرین کرام نے یہاں ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ صاحب روح المعانی رقم طراز ہیں:۔ ومن اللطائف علی القول بنزولہا فیھم انہ سبحانہ لم یذکر فیھا الحور العین وانما صرح بولدان مخلدین رعایۃ لحرمۃ البتول قرۃ عین الرسول لئلا تثور غیرتھا الطبیعیۃ اذا احست بضرۃ وھی فی افواہ تخیلات الطباع البشریۃ ولو فی الجنۃ قرۃ ولا یخفی

علیک ان ہذہ زہرۃ ربیع لا تتحمل الفرک۔ یہ آیات کریمہ اہل بیت کرام کی شان میں نازل ہونے کے باب میں جو روایت آئی ہے اس کے مدنظر یہاں ایک عجیب لطیفہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے صرف ہمیشہ رہنے والے بچوں کا ذکر فرمایا اور حور عین کا ذکر نہیں فرمایا (جیسا کہ دیگر مقامات میں نعیم جنت کے ساتھ حور عین کا ذکر بھی آیا ہے) وہ لطیف نکتہ یہ ہے کہ یہاں قرۃ عین رسولؐ سیدتنا بتولؓ کا احترام و پاس خاطر ملحوظ ہے کہ سوت (سوکن) کا تصور و احساس آپ کی غیرت و ملالت خاطر کا جب نہ ہو۔ کیونکہ طبیعت بشری کو اس تصور کے ساتھ ہی ٹھیس لگتی ہے، گو ایسی صورت عمر میں ایک ہی دفعہ اور خواہ وہ جنت ہی میں کیوں نہ پیش آئے۔ کیونکہ جناب سیدہ باغ و بہار رسالت کی ایسی نازک کلی ہیں جس میں اتنا بھی مس سے جانے کی تاب نہیں۔“ ؂

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

ابرار اخیار کا بیان یہاں ختم ہوا اور ان کے چند امتیازات و خصوصیات بیان فرمادی گئیں۔ اب حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرمایا جا رہا ہے:۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۚ ہم ہی نے اتارا ہے 76-23

آپ پر قرآن موقع بہ موقع اتارنا۔“

نزّلنا کی تفسیر اس سورۃ شریفہ کا ایک نام ”سورۂ انسان“ بھی ہے جیسا کہ

اوپر بیان ہوا جس میں انسان کی آفرینش کا حال بیان کیا گیا۔ پھر انسان کی دو قسمیں تبلائی گئیں۔ ایک شاکر اور دوسری کافر یعنی ناشکر گزار۔ پھر ناشکر گزاروں کی سزا کی طرف اشارہ پر اکتفا فرمائی گئی اور ابرار یعنی شکر گزار بندوں کے احوال بہ تفصیل بیان فرمائے گئے تاکہ بندگان خدا ناشکری کی راہ سے یک لخت کنارہ کش ہو کر شکر گزاری کی راہ اختیار کریں۔ شکر گزاری کے لئے ضرورت ہے یقین محکم اور عزم صمیم کی اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قلب مبارک کو تقویت پہنچانے اور ہمت اقدس کو بڑھانے کے لئے ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ قرآن کریم ہمارا ہی نازل کیا ہوا ہے جس کو ہم آپ پر موقع بہ موقع تھوڑا تھوڑا اتارتے جا رہے ہیں، اس میں ہماری بے شمار حکمتیں اور آپ کے حق میں تاحدود مصلحتیں مضمر ہیں۔ پورا قرآن کریم ایک دم اتار دیا جاتا تو آپ پر بار گراں ثابت ہوتا اگرچہ ہمارے لئے کچھ دشوار نہ تھا۔ وہ تو لوح محفوظ پر ازل ہی سے لکھا ہوا تھا۔ اور عرش اعظم سے سماء دنیا پر کامل و مکمل اتار دیا گیا بھی ہے لیکن ان ہی بے شمار مصالح اور حِکَم کے پیش نظر آپ پر تھوڑا تھوڑا اتارا جا رہا ہے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾ لہٰذا 76-24

آپ انتظار کیجئے اپنے پروردگار کے حکم کا، اور کہنا نہ مانیئے اُن میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا"

فاصبر کی تفسیر یعنی اے نبی کریم! آپ کی کامیابی یقینی ہے۔ آپ کی دعوت شرقاً غرباً، شمالاً جنوباً کامیابی کے ساتھ پھیلنے والی ہے۔ اس کا فیصلہ روزِ ازل ہی ہو چکا ہے لیکن ابھی اس کا وقت آیا نہیں۔ اپنے وقت پر سب کچھ ہو رہیگا۔ آپ ہمارے فیصلہ کا انتظار کیجئے، جو عنقریب صادر ہونے کو ہے۔ اس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی، اور نہ اس کو کوئی روک سکتا ہے۔

لا تطع کی تفسیر رہے یہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے یا یہ ناشکر گزار و ناسپاس۔ ان میں سے کسی کی ایک نہ مانئے، یعنی کسی گناہ میں یا ناشکری میں کسی کا ساتھ نہ دیجئے۔ یہ کبھی آپ کے ساتھ مجرمانہ تخویف کے ساتھ کام لیں گے یا کبھی دنیا کا لالچ بتائیں گے اور بڑی بڑی ترغیبات دیں گے۔ آپ نہ ان کی تخویف پر کان دھریں اور نہ انکی کسی ترغیب کو خاطر میں لائیں۔ نافرمانوں کو جو سزا ہمارے پاس مقرر ہے وہ اس سورت شریفہ کے آغاز ہی پر جتادی گئی ہے:۔ انا اعتدنا للکافرین سلٰسلا واغلالاً وسعیراً۔ ناشکروں کے لئے ہم نے تیار کر رکھی ہے سزا زنجیروں کی اور طوق کی اور دہکتی آگ کی"۔ لہذا آپ کو کسی ناشکرے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اسی طرح فرماں برداروں کے لئے جنت میں جو تیاریاں کی گئی ہیں ان کی تفصیل بھی ان الابراً یشربون سے کان سعیکم مشکوراً تک سنادی گئی ہے۔ ان نعمتوں کی موجودگی میں

کسی کا لالچ آپ پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ جہنم سے بڑھکر کوئی چیز ڈرا نہیں سکتی۔ اور جنت سے زیادہ کوئی چیز کسی کو امیدوار نہیں بنا سکتی۔ جہنم ہو یا جنت، دونوں ہمارے پاس ہیں۔ لہذا خوف ہو تو صرف ہمارا ہو۔ اور اگر امید ہو تو صرف ہم سے۔ اسی امید و بیم کے درمیان ایمان ہے اور یہی ایمان نجات و کامیابی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔

عتبہ اور ولید کا حال کہتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ جو کفار مکہ کا سردار تھا فسق و فجور میں ڈوبا ہوا نہایت شریر و بدمعاش تھا اور ولید بن مغیرہ بھی ان کا سرغنہ بڑا دولتمند تھا، اس کا کنبہ بھی بڑا تھا دس سے زیادہ اسکے جوان جوان بیٹے تھے۔ ان دونوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہا:۔ ارجع عن ھذا الامر ونحن نرضیك بالمال والتزویج۔ (روح المعانی) اس سلسلہ تبلیغ کو چھوڑ دیجئے اور ہم آپ کو اتنا مال نذر کریں گے کہ آپ اس سے خوش ہو جائیں گے۔ اور ایسی حسین و جمیل عورتیں دلائیں گے جن سے آپ ہمیشہ لطف اندوز ہوتے رہیں" ترغیب و لالچ کا یہ حال تھا تو ظاہر ہے کہ اس کے نہ ماننے کی صورت میں تخویف و تہدید بھی اسی مناسبت سے بتائی گئی ہو گی۔

ابو جہل کی بکواس حضرت قتادہ فرماتے ہیں:۔ بلغنا ان ابا جھل قال لما فرضت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلاۃ وھو یومئذ بمکۃ لئن رأیت محمدا یصلی لاطأن علی عنقہ فانزل اللہ فی ذلك ولا تطع منھم

آثماً او کفوراً۔ (عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر) ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب نماز فرض ہوئی جبکہ آپ مکہ مکرمہ میں تھے (اور آپ نماز ادا فرمانے لگے) تو ابوجہل (لعین) نے کہا کہ اگر میں آئندہ محمدؐ کو نماز پڑھتے دیکھوں گا تو ان کی گردن کو روند ڈالوں گا (العیاذ باللہ) اس وقت یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی :۔ ولا تطع منھم آثماً او کفوراً۔ ان گناہوں میں ڈوبے ہوئے یا ناشکر گزاروں میں سے کسی کی ایک نہ سنیئے" مطلب یہ ہے کہ عتبہ اور ولید ہو یا ابوجہل، یا اس نوع کے جس قدر بھی افراد و اشرار ہوں ان کے کسی گناہ یا ناشکری کے کام میں شرکت نہ فرمائیے۔ دیکھئے ان بدنہادوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟

عرض فقیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں اور تمام انبیا و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین معصومین ہیں۔ اس کے باوجود آپکو یہ حکم ہو رہا ہے تو غور کرنے کا مقام ہے کہ امت مرحومہ کو اس کا کس درجہ اہتمام رکھنا چاہیے!

بہر حال کفار و مشرکین یا فساق و ناشکر گزاروں کے ساتھ معاملہ کا یہ منفی پہلو ہوا کہ کسی گناہ یا ناشکری کے کام میں ان میں سے کسی کا ساتھ نہ دینا چاہیے۔ رہا مثبت پہلو کہ آخر ہم کو کیا کرنا چاہیے اس کا بیان آگے آ رہا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے :۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۚ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ 76-25 76-26

وَسَبِّحۡہُ لَیۡلًا طَوِیۡلًا ٥ اور لیتے رہئے نام اپنے پروردگار کا صبح اور شام اور کچھ وقت

رات کو سجدہ کیجئے اس کو اور پاکی و تسبیح پڑھتے رہئے اُس کی بڑی رات تک "

واذکر کی تفسیر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ واذکر اسم ربك' نیز فاسجد له اور سبحه یعنی اللہ سبحانہ کا نام لینا' اس کا سجدہ کرنا اور اس کی تسبیح پڑھنا' اس سے نماز مراد ہے کیونکہ ذکر' سجدہ اور تسبیح یہ سب اجزائے نماز ہیں۔ ایک اصل یہ ہے:۔ ذکر الجزء وارادۃ الکل۔ یعنی جزو کہہ کر کل مراد لیا جاتا ہے" اس اصل کے اعتبار سے ذکر' سجدہ اور تسبیح سے بھی مراد نماز ہے۔ پھر ان نمازوں کے اوقات' بکرۃ' اصیل' لیل اور لیل طویل بتائے گئے ہیں۔ لہذا بکرۃ سے نماز فجر' اور اصیل سے ظہر و عصر' اور لیل سے مغرب و عشاء' اور لیل طویل سے تہجد کی نماز مراد ہوگی۔ مطلب یہ ہوا کہ روزانہ پنجگانہ نمازہائے فرض ادا کیجئے اور اس کے ساتھ تہجد بھی پڑھا کیجئے۔ فرق اتنا ہے کہ پنجگانہ نمازیں تو فرض ہیں اور تہجد نفل' یا یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں یہ بھی فرض ہے جس کی تفصیل سورۂ مزمل شریف کی تفسیر میں گزر چکی۔ بہر حال کفار کے شر کو دفع کرنے کا نماز ایک زبردست ہتھیار ہے کہ بندۂ مومن نماز میں سب سے منقطع ہو کر یکسوئی کیساتھ اللہ سبحانہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ یکسوئی اور توجہ الی اللہ جیسی جیسی ترقی کرتی جائیگی بندے کو اسی قدر طمانینت اور قوت قلب حاصل ہوگی خشیت الٰہی طاری ہوگی اور

غیر اللہ کا خوف دور ہو گا اور یہی تمام کامیابیوں کی کنجی ہے۔ اسی لئے نماز کو معراج

المومنین کہا گیا ہے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا 76-27

ثَقِيْلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ 76-28

اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝ یہ لوگ چاہتے ہیں جلدی ملنے والے کو، اور چھوڑ رکھا ہے اپنے

پیچھے ایک بھاری دن کو۔ ہم ہی نے ان کو بنایا اور مضبوط کیا ان کی جوڑ بندی کو، اور

جب ہم چاہیں بدل لائیں ان جیسے لوگ بدل کر۔"

يحبّون العاجلة کی تفسیر آثم یعنی گنہگار کی اطاعت، گناہ کے کام میں، اپنے

اور ناشکر گزار کی اطاعت ناشکری میں کیوں نہ کی جائے، اس کی علت اس آیۂ کریمہ میں

بیان فرمائی جا رہی ہے۔ یعنی ان کی بات نہ مانئے اس لئے کہ یہ نادان، جلدی سے

ہاتھ لگنے والی چیزوں کو پسند کرتے ہیں یعنی دنیا اور اس کی لذتوں کے دلدادہ ہیں۔

کھانا ہو تو یہیں مل جائے۔ کپڑا ہو تو یہیں میسر ہو جائے، مکان ہو تو یہیں ہو، بی بی، بچے

مال و دولت، عیش و آرام اور سارا لطف زندگی یہیں حاصل ہو۔ اسی حبّ دنیا میں

ڈوبے ہوئے رہنے کا نتیجہ ہے کہ آپ کی کوئی نصیحت ان پر مؤثر و کارگر نہیں ہوتی۔ یہ بات

نہیں ہے کہ وہ آپ کی تقریروں اور ہدایات کو سمجھتے ہی نہیں ہیں اور دین اسلام جکی

دعوت آپ ان کو صبح و شام دے رہے ہیں اس کی حقانیت ان کی سمجھ سے باہر ہے۔ نہیں نہیں وہ آپ کی للّٰہیت اور حقانیت کو خوب سمجھتے ہیں مگر اس کو قبول کرنے سے دنیا اور اس کی لذتوں کو فراموش کرنا پڑتا ہے۔ یہ ان کو گوارا نہیں ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے:۔
حُبّ الدنیا رأس کل خطیئۃ۔ دنیا کی محبت ہی تمام گناہوں کی جڑ ہے۔"

یوماً ثقیلاً کی تفسیر بہر حال حب دنیا میں گرفتار رہ کر آخرت کی تیاری سے غافل ہیں۔ اسی لئے ارشاد ہو رہا ہے:۔ وَيَذَرُونَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا۔ "اور ایک بھاری دن کو اپنے پس پشت چھوڑ رہے ہیں۔" قیامت کا دن جو دنیا کے پچاس ہزار برس کے برابر ہے اس کا خوف پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے۔ اس کی کوئی فکر ہی ان کو نہیں ہے۔ پھر آخرت کی زندگی جو ابدالآباد ہے اس کا ڈر کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ عقل مندی کی بات یہ ہے کہ انسان فکر فردا کرے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آخرت پر ان کو ایمان ہی نہیں۔ اگر ایمان ہوتا تو وہ ایسی غفلت میں نہ پڑے رہتے بلکہ قرآن کریم اور آپ کی ہدایات کو حرز جان بناتے۔ گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جب ان کو خود اپنی فکر نہیں تو آپ ان کا غم کیوں کھاتے ہیں؟ ان کو خواب غفلت میں پڑے رہنے دیجئے۔ نصیحت کرنی تھی کر دی گئی وبس۔

خلقناھم کی تفسیر نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ أَسْرَهُمْ۔ ہم ہی نے ان کو

پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط بنائے"۔ آفرینش کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے خالق کو پہچانتے اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے۔ اور ہم ان کے جوڑ بند مضبوط بنائے تھے تو اس کا اقتضاء یہ تھا کہ ان اعضاء سے وہ کام لیتے جس میں خالق کی رضا و خوشنودی ہے۔ مگر ان کو معرفت باری عز اسمہٗ کا خیال کبھی نہ آیا۔ نہ اس کے احکام کی تعمیل پر کبھی مائل ہوئے۔ اور نہ جو قویٰ اور صلاحیتیں ان کو دی گئی ہیں اس کی کوئی قدر جانی۔ اب یہ اس قابل ہی نہیں کہ ان کی طرف التفات کی جائے۔

شددنا اسرھم کی تفسیر "اسر" کے معنی باندھنے کے ہیں۔ قیدی کو اسیر اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کو باندھا جاتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ نے انسان کی آفرینش اس طرح فرمائی ہے کہ اس کے اعضاء و جوارح ایک دوسرے سے مضبوط طور پر باندھ دیئے ہیں۔ پھر یہ بندھن ایسا قوی اور مضبوط ہے کہ مدۃ العمر کھلنے کا نام نہیں۔ اور اس خوبی سے ایک ایک جوڑ بند ایسا مستحکم کیا گیا ہے کہ جب چاہو مٹھی کھول دو اور جب چاہو اس کو بند کر لو۔ یہی حالت ہر ہر عضو کی ہے۔ آنکھ کان بلکہ بول و براز کی جگہ تک کے بست و کشاد کا اختیار اس کو دیا گیا۔ غور کیجئے کہ قادر حکیم نے کس طرح اپنی قدرت اور حکمت کا کمال دکھایا ہے۔ مگر یہ سب باتیں ان کی سمجھ میں آتی ہیں جو نعمتوں کی قدر جانتے اور اس کے شکر گزار رہتے ہیں۔ ناسپاس اور حق ناشناس کیا جانے کہ قدرت نے اسکے ساتھ

کس فیاضی سے کام لیا ہے۔ اور کن کن بیش بہا آلات سے انسانی مشنری کو آراستہ و مزین فرمایا ہے اور اپنی رحمتوں کے دروازے اس کے لئے کھول دئے ہیں اور اپنی نعمتوں کے بیشمار خزانے اس پر لٹا دئے ہیں؟ ایسے رحیم و کریم خدا سے ایک لمحہ کے لئے بھی انسان غافل ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بجز ایسے شخص کے جو نعوذ باللہ خدا کو خدا نہ سمجھے۔ توبہ توبہ ایسوں کا نام نہ لیجئے۔ دیکھئے آئندہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ارشاد ہے:۔

بدّلنا امثالھم کی تفسیر وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَھُمْ تَبْدِیْلًا۔

اور ہم جب چاہیں بدل لائیں ان جیسے لوگ بدل کر" یعنی یہ موجودہ انسان اپنے مقررہ وقت پر اپنی جگہ خالی کر جائیں گے۔ اور ان کے بدلے میں دوسرے انسان انکی جگہ لے لیں گے۔ مگر ہم نے ابھی ایسا تبادلہ چاہا نہیں ہے۔ ہماری مشیت پر سب کچھ موقوف ہے۔ جب کبھی ہم چاہیں گے، مشیت کے جاری ہونے میں چشم زدن کی بھی دیر نہ لگیگی۔ چنانچہ جب غزوہ بدر در پیش ہوا تو نہ ابوجہل رہا اور نہ ولید بچ سکا۔ ابوجہل اپنی جہالت پر اڑا رہکر اسی حال میں داخل جہنم ہوا۔ اس کی جگہ اس کے فرزند حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے لی۔ ولید کی جگہ اس کے فرزند حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ملی۔ اللہ سبحانہ نے اپنے فضل و کرم سے دشمنانِ خدا و رسول کو اس جہان فانی سے مٹا کر انکی جگہ ان کے فرزندوں کو مرحمت فرمائی۔ جو خدائے ذوالجلال اور اس کے حبیب پاک کچاہنے والے

اور اسلام کا نام روشن کرنے والے ہوئے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح و نصرت کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ کس طرح پورا ہوا کہ ان ہی اعداء اللہ کی صلب سے ایسے حضرات پیدا ہوئے جو اولیاء اللہ کے سردار ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ٥ 76-29

"یہ تو نصیحت ہے، پھر جو کوئی چاہے بنا لے اپنے پروردگار تک راہ۔"

ھذہ تذکرۃ کی تفسیر یعنی یہ سورت شریفہ یا قرآن کریم جو آپ پر (اے نبی کریم!) نازل ہو رہا ہے یہ صرف نصیحت ہے۔ بنی نوع انسان کی خیر خواہی کا پورا اہتمام اس میں موجود ہے۔ یہ قیامت تک قائم رہنے والی یادگار ہے اور قدم قدم پر نوع بشر کو یاد دہانی کرنے والی کتاب ہے۔ اسی کو سنا سنا کر اور سمجھا سمجھا کر اپنی امت کو اللہ سبحانہ کی یاد دلاتے رہیں۔ اور ان کی خیر خواہی کا اہتمام فرماتے رہیں اور قیامت تک آنے والی نسلوں کی ہدایت کے لئے اس کو یادگار بنا کر امت میں چھوڑ جائے۔ آئندہ ان لوگوں کو اختیار ہے۔ اگر پروردگار عالم سے ملنے کا یقین ہے تو اس تک رسائی حاصل کرنے کی راہ جو قرآن کریم نے بتائی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی رہنمائی فرمائی ہے اس کو اختیار کریں۔ جبر واکراہ سے کوئی کام نہیں بن سکتا۔ یا یہ کہ

قیامت کا دن جس کو یوم ثقیل فرمایا گیا ہے اس کی ثقالت اور شدت سے نجات منظور ہے تو قرآن کریم نے اس کی جو سبیل بتائی ہے اس کو اختیار کریں اسی کی بدولت نجات حاصل ہوگی۔ یعنی ایمان و اطاعت ہی سے کام بن سکیگا۔

موجبات تقرب الی اللہ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ انسان کو ایمان لانے کے بعد چار کام کرنے چاہئیں جن سے تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔ ۱ طاعت۔ یعنی احکام خدا و رسول کی پابندی۔ اوامر کی بجاآوری اور مناہی سے اجتناب۔ ۲ دوام ذکر' ہمیشہ اللہ سبحانہ کی یاد میں رہے۔ خواہ زبان سے یا دل سے یا جوارح سے۔ زبان سے تسبیح وغیرہ۔ دل سے اللہ سبحانہ کی طرف توجہ یعنی ذکر قلبی۔ ذکر جوارح یعنی ہاتھ پاؤں سے جو بھی کام کرے وہ مرضیٔ الٰہی کے مطابق ہو اس کے خلاف نہ ہو۔ ۳ اخلاص یعنی ہر کام خالصاً لوجہ اللہ ہو۔ نمود و نمائش' یا دکھانے سنانے کے لئے نہ ہو۔ ۴ اتباع سنت۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادات کا جو طریقہ بتایا ہے اسی طریق پر اس کو انجام دینا:۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا 76-30
حَكِيْمًا ڰ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ

عَذَابًا اَلِيۡمًا ع اور تم نہیں چاہو گے مگر جو چاہے اللہ بے شک اللہ ہے سب کچھ جاننے والا

حکمتوں والا' داخل کرے جس کو چاہے اپنی رحمت میں' اور جو گنہگار ہیں تیار ہے انکے واسطے

عذاب دردناک "

بندے کی مشیئت تابع مشیئتِ الٰہی

یہ سورۃ شریفہ' یا قرآن عظیم نصیحت ہے اور جو کوئی چاہے اس کی نصیحتوں کو قبول کرکے اپنے رب کی طرف جانے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کی راہ اختیار کر سکتا ہے لیکن بندے کی چاہت مؤثر نہیں یعنی محض بندے کے چاہنے سے کچھ نہ ہوگا جب تک کہ اللہ سبحانہ نہ چاہے۔ بندے کی مشیئت اللہ سبحانہ تعالیٰ کی مشیئت کے تابع ہے۔ ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن۔ اللہ جو چاہے وہی ہوکر رہتا ہے۔ اور جس کو اللہ نہ چاہے وہ کبھی نہیں ہو سکتا" اس سے معلوم ہوا کہ بندہ بہت کچھ چاہتا ہے کہ ایسا ہو اور ایسا نہ ہو۔ اگر حق سبحانہ تعالیٰ بھی ایسا ہی چاہے تو وہ اسی طرح ہو رہیگا لیکن اگر بندہ تو چاہے مگر مشیئت الٰہی ایسی نہ ہو تو بندے کی چاہت کے مطابق نہ ہوگا بلکہ وہی ہوگا جس کو اللہ سبحانہ نے چاہا ہے۔ خواہ وہ کام اچھا ہو یا برا۔ خیر اور شر دونوں کا وقوع میں آنا' اللہ سبحانہ کی مشیت پر موقوف و منحصر ہے۔ یہاں اس قدر یاد رکھنا چاہیئے کہ امر خیر سے اللہ سبحانہ کی رضا اور اس کا حکم متعلق ہے اور شر سے خداوند تعالیٰ شانہ ہمیشہ ناراض ہے۔ نیز یہ کہ اللہ جل شانہ

کسی شر کا حکم نہیں دیتا۔ رہی اعمال کی سزا و جزا۔ یہ امر الٰہی کے تابع ہے۔ اگر بندہ کوئی کام امر الٰہی کے مطابق کرے تو اس کو اجر و ثواب ملیگا اور جو خلاف حکم ہو تو مستوجب سزا ٹھہریگا۔ بہر حال یہ ایک نازک فرق ہے جس کی وضاحت کی گئی۔

قدریہ کی مذمت سید عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔۔۔۔۔

لعن اللہ القدریۃ وقد فعل لعن اللہ القدریۃ وقد فعل لعن اللہ القدریۃ وقد فعل ما قالوا کما قال اللہ ولا قالوا کما قالت الملآئکۃ ولا قالوا کما قالت الانبیآء ولا قالوا کما قالت اھل الجنۃ ولا قالوا کما قالت اھل النار ولا قالوا کما قال الشیطان ' قدریہ پر خدا لعنت کرے چنانچہ وہ ان پر لعنت کرچکا ہے۔ قدریہ کو اللہ اپنی رحمت سے دور رکھے اور ان کو دور کر رکھا بھی ہے' قدریہ پر اللہ سبحانہ کی پھٹکار ہو اور ان پر پھٹکار برس رہی ہے۔ وہ قائل نہ ہوئے اس کے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے' اور نہ وہ قائل ہوئے جیسا کہ ملائکہ کرام کا قول ہے' اور نہ وہ قائل ہوئے جیسا کہ انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے' اور نہ وہ قائل ہیں جیسا کہ اہل جنت کہتے ہیں' اور نہ وہ قائل ہیں جیسا کہ دوزخ والے کہتے ہیں' اور نہ وہ قائل ہوئے اس بات کے جس کا شیطان قائل ہے"۔ چنانچہ وہ اقوال سلسلہ وار یہ ہیں:۔۔۔۔۔

قال اللہ وما تشاءون الا ان یشاء اللہ وقالت الملائکۃ
لا علم لنا الا ما علمتنا وقالت الانبیاء فی قصۃ نوح ولا ینفعکم
نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان اللہ یرید ان یغویکم وقالت
اھل الجنۃ وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ وقالت اھل النار
ربنا غلبت علینا شقوتنا وقال الشیطان رب بما اغویتنی۔ (ابن مردویہ
عن ابن عباسؓ) اللہ سبحانہ نے فرمایا:۔ اور نہ چاہو گے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ؛ اور فرشتوں
نے کہا:۔ ہم کچھ نہیں جانتے مگر اتنا ہی جو تو نے ہم کو سکھایا؛ اور انبیاء علیہم السلام نے نوح
علیہ السلام کے بیان میں فرمایا:۔ اور میری نصیحت تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی اگر میں تمہاری
خیر خواہی کرنی چاہوں اگر ارادہ الٰہی تم کو گمراہی میں ہی پڑا رکھنے کا ہو؟ اور اہل جنت نے
کہا:۔ ہم راہ راست نہ پا سکتے اگر اللہ سبحانہ ہم کو ہدایت نصیب نہ فرماتا؛ اور دوزخ
والوں نے کہا:۔ اے پروردگار ہمارے! ہماری شقاوت اور کم بختی ہم پر غالب رہی؛
اور شیطان نے کہا:۔ اے میرے پروردگار! قسم ہے اس کی جو تو نے مجھے گمراہی میں ڈال رکھا۔

کان علیما حکیما کی تفسیر

مطلب یہ ہے کہ خیر ہو یا شر؛ دونوں اللہ سبحانہ کے قبضہ قدرت
میں ہیں۔ جس میں جیسی استعداد ہوتی ہے اس کے مطابق مشیت الٰہی
جاری ہوتی ہے:۔ تو نے وہ دیا جو میں نے مانگا۔ تھا تیرا کمال فی سؤالی۔

اور ہر ایک کی استعداد اللہ سبحانہ کو بخوبی معلوم ہے۔ اور اللہ پاک کا معاملہ ہر ایک کیساتھ وہی رہتا ہے جیسا کہ اس کی حکمت کاملہ کا اقتضا ہو۔ اہل نار ہوں یا شیطان، انکی استعداد اللہ پاک کو معلوم تھی، ان کے ساتھ وہی سلوک ہوا جو حکمت الٰہی کا اقتضا تھا۔ اسی طرح اہل جنت اور ارباب خیر کی استعداد بھی اس کو معلوم تھی۔ ان کے ساتھ بھی وہ عمل ہوا جس کو اس کی حکمت کاملہ چاہتی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قادر علی الاطلاق اور فعّالٌ لما یرید ہونے کے باوصف، ہر کسی کے ساتھ اس کی استعداد کے مطابق عمل فرماتا ہے، مگر اس کا ہر فعل حکمت کاملہ کے عین مطابق ہوتا ہے، ارشاد باری جو اسکے بعد ہے:۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے" اس میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اور مزید توضیح اس کے بعد کی آیہ کریمہ میں فرمائی جا رہی ہے:۔

یدخل من یشاء کی تفسیر یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِہٖ۔ جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے" یعنی جس میں استعداد ہوتی ہے کہ اسکی جگہ رحمت الٰہی میں ہو اسکو محل رحمت (جنت) میں داخل فرماتا ہے۔ ان سے دنیا میں عمل بھی انکی استعداد کے مطابق اہل رحمت ہی کے صادر ہوتے رہتے ہیں۔ انکو شوق و رغبت یا دلچسپی بھی اہل رحمت ہی کے اعمال وغیرہ سے رہتی ہے تو اللہ سبحانہ انکے ساتھ معاملہ بھی اہل رحمت کا فرماتا ہے بالآخر وہ دار رحمت میں پہنچ جاتے ہیں۔

اعدلھم عذاباً الیماً کی تفسیر وَالظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا - اور جو گنہگار ہیں ان کے واسطے دردناک عذاب تیار ہے "یعنی جن کی استعداد اچھی نہ تھی۔ دنیا میں ان کا عمل بھی ان کی استعداد کے مطابق بُرا رہتا ہے اور ان کی دلچسپی بھی ایسے ہی اعمال سے رہتی ہے۔ ان کی مجالس اور صحبتیں بھی اسی نوع کی بُری اور قابلِ نفرت ہوتی ہیں۔ آخرکار اللہ سبحانہ کا معاملہ ان کے ساتھ اسی طرح کا ہوتا ہے جس کے وہ مستحق ٹھہرتے ہیں دارِ آخرت میں ان کیلئے عذاب کا مقام دوزخ قرار پاتا ہے جہاں وہ ابدالآباد دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ اللھم احفظنا۔ آمین

ہر امر مشیت الٰہی سے ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اذا خطب کل ما ھو آت قریب لا بعد لما یاتی ولا یعجل اللہ لعجلة احد ما شاء اللہ لا ما شاء الناس یرید الناس امرا و یرید اللہ امرا ما شاء اللہ کان ولو کرہ الناس لا مباعد لما قرب اللہ ولا مقرب لما باعد اللہ لا یکون شیئ الا باذن اللہ۔ (ابن مردویہ) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ دیتے تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر آنے والی چیز نزدیک ہی ہے۔ اللہ سبحانہ جس چیز کو لانا چاہتا ہے اس کے آتے دیر نہیں لگتی۔ کسی کی عجلت طلبی سے اللہ سبحانہ کا معاملہ جلد ختم نہیں ہو سکتا۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہے

نہ کہ وہ جس کو لوگ چاہیں۔ لوگ ایک چیز کا ارادہ کرتے ہیں اور اللہ کو کوئی دوسرا امر مطلوب ہوتا ہے، تو اللہ سبحانہ جو چاہے وہی ہوگا اگرچہ لوگ اس کو نہ چاہتے ہوں، اللہ سبحانہ جس کو قریب کرے اسکو دور کرنے والا کوئی نہیں۔ اور جس کو اللہ پاک دور فرمائے اس کو نزدیک لانے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ جو چیز بھی ہوگی اللہ سبحانہ کی اجازت و اذن سے ہوگی"

دُعا اللہ سبحانہ سے دعا ہے کہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو حسن استعداد سے بہرہ ور فرمائے اور سوء استعداد سے دور رکھے جس کی بدولت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امۃ مرحومہ کو نیک توفیق اور ابرار اخیار کی رفاقت و معیت نصیب ہو اور ہم سے دنیا میں وہی کام لے جس میں اس کی رضا و خوشنودی ہو۔ اور ایسے کاموں سے محفوظ رکھے جن سے اس کی ناراضی ہو۔ رضا و خوشنودئ الٰہی کا ثمرہ جنت ہے اس سے ہم کو اور تمام برادران اسلام کو متمتع فرمائے تاکہ دولت دیدار سے مشرف ہوتے رہیں اور ناراضی و غضب کا ثمرہ دوزخ اور دردناک عذاب ہے۔ اللہ سبحانہ ہم کو اور تمام مسلمان بھائیوں کو اس سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ باحسان الی یوم الدین وعلینا معھم اجمعین۔

سورۂ دہر کی تفسیر ختم ہوئی۔ ملطفہ و کرمہ۔ ۱۲ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۷۸ھ روز شنبہ۔